



جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

القرآن الحکیم ۲۵: ۱۲

صلح - تبلیغ ۱۳۹۵ھ
جنوری - فروری ۲۰۱۶ء

مصلح موعود نمبر

النور

نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے
ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا
سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں
کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے
کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت
پائیں گی

Behold! a light cometh, a light anointed by God with the perfume of His pleasure. We shall pour our spirit into him and he will be sheltered under the shadow of God.

He will grow rapidly in stature and will be the means of procuring the release of those held in bondage. His fame will spread to the ends of the earth and peoples will be blessed through him.

NATIONAL CALENDAR 2016

3 January Sun	Review of 2015 Activities & Plan for 2016 Activities	Jamā'at	Local
10 January Sun	Muslims for Peace	Jamā'at	Regional/Local
17 January Sun	Taḥrīk-e-Jadīd Day Jalsa and Exhibition	Jamā'at	National
22-31 January Fri-Sun	Taḥrīk-e-Jadīd Pledge Taking 'Ashra	Jamā'at	National
23-24 January Sat-Sun	Parent-Murrabi Atfal Conference	Khuddām	National
24 January Sun	Siratun-Nabi Day	Jamā'at	National
30-31 January Sat-Sun	Majlis-e-Sihhat Event	Jamā'at	National
6 February Sat	National Amila Meeting	Jamā'at	National
12-14 February Fri-Sun	Anṣārullah Leadership Conference	Anṣār	National
14 February Sun	Muṣliḥ-i-Mau'ūd Day	Jamā'at	Regional/Local
20-21 February Sat-Sun	In-Person MKA National Amila	Khuddām	National
26-27 Feb Fri-Sat	National PA Seminar	Jamā'at	National
27-28 February Sat-Sun	Majlis-e-Sihhat Event	Jamā'at	National
12 March Sat	National Amila Meeting	Jamā'at	National
18-20 March Fri-Sun	Lajna Mentoring Conference	Lajna	National
27 March Sun	Masih-i-Mau'ūd Day	Jamā'at	Regional/Local
8-10 April Fri-Sun	Waqf-e-Nau Boys Trip to Jāmi'a	Jamā'at	National
9-10 April Sat-Sun	East Coast Quran Conference	Jamā'at	East Coast
16-17 April Sat-Sun	Local Qur'an Conference	Jamā'at	National
22 -24 April Fri-Sun	National Majlis-e-Shura	Jamā'at	National
30 April-3 May Sat-Tue	MKA National Ijtima (Yosemite Park)	Khuddām	National
14-15 May Sat-Sun	Humanity First Awareness Day	Jamā'at	National
15 May Sun	All Scholarship Applications Due	Jamā'at	National
13-20 May Fri-Fri	Atfal Tarbiyat Week	Khuddām	National
22 May Sun	Khilafat Day	Jamā'at	Regional/Local
27-29 May Fri-Sun	AMMA Meeting (Medical Association) Smokey Mountains, TN		
6 June to 5 July Mon-Tue	Ramaḍān		
26 June Sun	Education Day Program	Jamā'at	Regional/Local
4 July Mon	Muslims for Loyalty	Jamā'at	National
6 July Wed	Eid-ul-Fitr		
9 July Sat	National Amila Meeting	Jamā'at	National
13-17 July Wed-Sun	National Atfal Ijtima and Rally	Khuddām	National
15-17 July Fri-Sun	Spiritual Fitness	Jamā'at	National
15-22 July Fri-Fri	National Waqifāt-e-Nau Camp	Jamā'at	National
22-28 July Fri-Thu	Waqf-e-Nau Boys Jāmi'a Orientation	Jamā'at	National
29-31 July Fri-Sun	JALSA SALANA USA		
31 July – 13 August Sun-Sat	Hifz Class	Jamā'at	National
7 August Sun	Education Day Program	Jamā'at	Regional/Local
12-14 August Fri- Sun	JALSA SALANA UK		
19-21 August Fri-Sun	Spiritual Fitness	Jamā'at	National
28 August Sun	Taḥrīk-e-Jadīd Day Jalsa & Exhibition	Jamā'at	National
2-4 September Fri-Sun	JALSA SALANA GERMANY		
3-5 September Sat-Mon	T20 Cricket Tournament (Willingboro)	Khuddām	National
12 September Mon	Eid-ul-Adḥā		
16-18 September Fri-Sun	MKA National Shura (Silver Spring)	Khuddām	National
23-25 September Fri-Sun	Anṣārullah Ijtima	Anṣār	National
23-30 September Fri-Fri	Taḥrīk-e-Jadīd 'Ashra Waṣūlī (Ten Days of Receipts)	Jamā'at	National
24 September Sat	National Amila Meeting	Jamā'at	National
24-25 September Sat-Sun	MKA Walk-a-thons (Various Majlis)	Khuddām	National
30 September-2 October Fri-Sun	Lajna East Coast Ijtima	Lajna	National
7-9 October Fri-Sun	JALSA SALANA CANADA		
15-16 October Sat-Sun	Masroor Int. Sports (MIST) Basketball Soccer Tournament	Khuddām	National
21-23 October Fri-Sun	Lajna Majlis-e-Shura	Jamā'at	National
29-30 October Sat-Sun	Local Qur'an Conference	Jamā'at	National
6 November Sun	Religious Founders Day	Jamā'at	Regional/Local
12-13 November Sat-Sun	MKA, Fazl-e-Umar Qa'ideen Conference	Khuddām	National
18-20 November Fri-Sun	Miami International Book Fair	Jamā'at	National
26 November Sat	Humanity First 4th National Telethon	Jamā'at	National
2 December Fri	National Amila Meeting	Jamā'at	National
3-4 December Sat-Sun	Presidents Refresher Course	Jamā'at	National
11 December Sun	Seerat-un-Nabi Day	Jamā'at	Regional/Local
23-25 December Fri-Sun	West Coast Jalsa Salana		

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

تقریر: ۲۵۸)

جلد ۶۶ شماره ۱۱، ۱۲

فہرست

- منظوم کلام حضرت مصلح موعودؑ اندرونی ٹائٹل
- سورۃ فاتحہ سے قبولیت دعا کے سات اصول کے انکشاف کا نشان 2
- احادیث مبارکہ، اطاعت: 3
- پیشگوئی بہ نسبت مصلح موعود 4
- خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 5
- نظم، آنکھوں سے بوسے دوں 10
- پیشگوئی مصلح موعود کی عظیم الشان باون علامات 11
- ربوہ کا قیام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ 12
- ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسد 14
- محترم عبد الوہاب آدم صاحب ایک محنتی واقف زندگی 17
- چوہدری محمد علی مرحوم کی فعلی شہادت 22
- یادِ فتیگان 25
- بہن امتہ الکریم نصرت کی یاد میں 27
- جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار 29

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَخْشَوْنِ ----
(سورہ المائدہ: 45)

پس تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔۔۔

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ
ادْخُلُوْهُمُ الْبَيْتَ ط ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ
(ق: 34، 35)

جو رحمان سے غیب میں ڈرتا رہا اور ایک چمکنے والا دل لئے ہوئے آیا ہے۔ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہی وہ ہمیشہ رہنے والا دن ہے۔

(700 حکم خداوندی صفحہ 85)

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر امیر جماعت احمدیہ، یو ایس اے
ادارتی مشیر:

محمد ظفر اللہ ہنجر، سید شمشاد احمد ناصر

مدیر: سید ساجد احمد

معاون مدیر: حسنی مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: publications@ahmadiyya.us

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

سورۃ فاتحہ سے قبولیت دعا کے سات اصول کے انکشاف کا نشان

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ لَا مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ نَسْتَغِينُ ۝
اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ لَا صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ لَا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

تفسیر بیان فرمودہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

”سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھتے وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کوئی نئے مطالب اس سورۃ کے کھولے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سات اصول کا انکشاف ہوا جو دعا کے متعلق اس سورۃ میں بیان ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ۔“

اول بسم اللہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس مقصد کے لئے دعا کی جائے وہ نیک ہو یہ نہیں کہ چور چوری کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو وہ بھی قبول کر لی جائے گی۔ خدا کا نام لے کر اور اس کی استعانت طلب کر کے جو دعا کی جائے گی لازماً ایسے ہی کام کے متعلق ہوگی جس میں اللہ کی ذات بندہ کے ساتھ شریک ہو سکتی ہو۔ بہت لوگوں کو دیکھا ہے۔ لوگوں کی تباہی اور بربادی کی دعائیں کرتے.... اسی طرح ناجائز مطالب کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور پھر شکایت کرتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔

بعض لوگوں نے جھوٹا جامہ زہد و اتقا کا پہن رکھا ہے اور ناجائز امور کے لئے تعویذ دیتے اور دعائیں کرتے ہیں حالانکہ یہ سب دعائیں اور تعویذ عالموں کے منہ پر مارے جاتے ہیں۔ دوسرا اصل الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ میں بتایا ہے یعنی دعا ایسی ہو کہ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے دوسرے بندوں کا بلکہ سب دنیا کا فائدہ ہو یا کم سے کم ان کا نقصان نہ ہو اور اس کے قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کی حمد ثابت ہوتی ہو اور اس پر کسی قسم کا الزام نہ آتا ہو۔ تیسرے یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو جنبش دی گئی ہو اور اس دعا کے قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت ظاہر ہوتی ہو۔ چوتھے یہ کہ اس دعا کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت سے بھی ہو یعنی وہ نیک کی ایک ایسی بنیاد ڈالتی ہو جس کا اثر دنیا پر ایک لمبے عرصہ تک رہے اور جس کی وجہ سے نیک اور شریف لوگ متواتر فوائد حاصل کریں یا کم سے کم ان کے راستہ میں کوئی روک نہ پیدا ہوتی ہو۔ پانچویں یہ کہ دعائیں اللہ تعالیٰ کی صفت مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ کا بھی خیال رکھا گیا ہو یعنی دعا کرتے وقت ان ظاہری ذرائع کو نظر انداز نہ کر دیا گیا ہو جو صحیح نتائج پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کئے ہیں کیونکہ وہ سامان بھی اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے طریق کو چھوڑ کر اس سے مدد مانگنا ایک غیر معقول بات ہے گویا جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے بشرطیکہ وہ موجود ہوں یا ان کا مہیا کرنا دعا کرنے والے کے لئے ممکن ہو ان کا استعمال بھی دعا کے وقت ضروری ہے ہاں اگر وہ موجود نہ ہوں تو پھر مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ کی صفت اسباب سے بالا ہو کر ظاہر ہوتی ہے ایک اشارہ اس آیت میں یہ بھی کیا گیا ہے کہ دعا کرنے والا دوسروں سے بخشش کا معاملہ کرتا ہو اور اپنے حقوق کے طلب کرنے میں سختی سے کام نہ لیتا ہو۔ چھٹا اصل یہ بتایا ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق ہو اور اس سے کامل اخلاص حاصل ہو اور وہ شرک اور مشرکانہ خیالات سے کلی طور پر پاک ہو۔ اور ساتویں بات یہ بتائی ہے کہ وہ خدا کا ہی ہو چکا ہو اور اس کا کامل توکل اسے حاصل ہو اور غیر اللہ سے اس کی نظر بالکل ہٹ جائے اور وہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ خواہ کچھ ہو جائے اور کوئی بھی تکلیف ہو۔ مانگوں گا تو خدا تعالیٰ ہی سے مانگوں گا۔ یہ سات امور وہ ہیں کہ جب انسان ان پر قائم ہو جائے تو وہ لَعَبْدِي مَا سَأَلَكَ مَصْدَقَہُ ہو جاتا ہے اور حق بات یہ ہے کہ اس قسم کی دعا کا کامل نمونہ رسول کریم صلعم یا آپ ﷺ کے کامل اتباع نے ہی دکھایا ہے اور انہی کے ذریعہ سے دعاؤں کی قبولیت کے ایسے نشان دنیا نے دیکھے ہیں جن سے اندھوں کو آنکھیں اور بہروں کو کان اور گونگوں کو زبان عطا ہوئی ہے مگر اتباع رسول کا مقام بھی کسی کے لئے بند نہیں جو چاہے اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کر سکتا ہے اور اس مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد اول سورۃ البقرۃ ص 5، 6)

احادیث مبارکہ: اطاعت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةِ لَقَى اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً، وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ فَإِنَّهُ يَمُوتُ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

(مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچا وہ اللہ تعالیٰ سے (قیامت کے دن) اس حالت میں ملے گا کہ نہ اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی نہ عذر۔ اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے امام وقت کی بیعت نہیں کی تھی تو وہ جاہلیت اور گمراہی کی موت مرا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شَبْرًا فَيَمُوتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

(بخاری کتاب الفتن باب قول النبی سترون بعدی امورا)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے سردار اور امیر میں کوئی ایسی بات دیکھے جو اسے پسند نہ ہو تو صبر سے کام لے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہوتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

عَنْ عَرَفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ آتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ لُجْمَعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يَفْرِقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ۔

(مسلم باب حکم من فرق امر المسلمین هو مجتمع)

حضرت عرفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم ایک ہاتھ پر جمع ہو اور تمہارا ایک امیر ہو اور پھر کوئی شخص آئے اور تمہاری وحدت کی اس لاٹھی کو توڑنا چاہے یا تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کرے تو اسے قتل کر دو۔ یعنی اس سے قطع تعلق کرو اور اس کی بات نہ مانو۔

پیشگوئی بہ نسبت مصلح موعود

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”بالہام اللہ تعالیٰ و علامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے جلّ شانہ و عزّ اسمہ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے مواقع جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام! خُدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پائیں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تاحق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تالوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ جس سے پاک ہے اور وہ نُور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خُدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۃ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبد گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والاخر۔ مظہر الحق والعلاء کا اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے مسح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا“۔

(اشتہار 20 فروری 1886ء، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ 58 تا 60 و مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 100 تا 102)

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

9 اکتوبر 2015ء

بڑھاتی ہیں، کس طرح اور کس درد کے ساتھ آپ کو ہماری دنیا و عاقبت کی فکر ہے، ایک باپ سے زیادہ آپ ہمارے لئے فکر مند ہیں، ایک ماں سے زیادہ آپ ہمارے لئے بے چین ہیں، بار بار ہمیں نصیحت فرمائی تاکہ کسی طرح ہمیں برے راستوں سے نکال کر خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر ڈال دیں۔ خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بھی ہر احمدی عہد بیعت باندھتا ہے، پس اس عہد کو نبھانا بھی ضروری ہے اور اس کے لئے خلافت کی طرف سے جو ہدایات آتی ہیں، جو نصائح کی جاتی ہیں ان پر عمل کر کے ہی اس عہد کو پورا کیا جاسکتا ہے، بیعت کے وقت ہر احمدی یہ وعدہ کرتا ہے کہ شرائط بیعت کی پابندی کرے گا اور خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے اس کی پابندی کرے گا، خلیفہ وقت کا کام بھی حضرت مسیح موعودؑ کے کام اور نصائح کو آگے پھیلانا ہے۔ اس زمانے میں احمدی خوش قسمت ہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے جدید سہولتیں اور ایجادات پیدا فرمائیں وہاں احمدیوں کو بھی ان سے نوازا، دین کی اشاعت کے لئے بھی جماعت کو یہ سہولت مہیا فرمائیں، ٹی وی انٹرنیٹ ویب سائٹس وغیرہ یہ جہاں آج حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام موجود ہے، جن پر ہم جہاں چاہیں پہنچ سکتے ہیں، مختلف زبانوں میں ان کو دیکھ اور سن سکتے ہیں، خلیفہ وقت کے خطابات اور نصائح کو بھی پڑھ اور سن سکتے ہیں جو قرآن حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کے کلام پر مشتمل ہوتا ہے اور انہی پر بنیاد ہے اس کی جو آج دنیا میں ایم ٹی اے کی وجہ سے ہر جگہ پہنچ رہا ہے۔ مربی حافظ محمد اقبال وڑائچ صاحب کی وفات۔

یہاں احمدیوں کی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو پیدائشی احمدی ہیں یا وہ لوگ جن کے گھر میں انتہائی بچپن میں احمدیت آئی اور وہ احمدی ماحول میں پلے بڑھے اور ان میں سے بھی اکثریت پاکستانیوں کی ہے، جن کو اس ملک میں اس لئے رہنے اور یہاں کا شہری بننے کی اجازت ملی کہ آپ نے یہاں آکر اس بات کا اظہار کیا کہ پاکستان میں آزادانہ طور پر اپنے مذہب کے مطابق، اسلامی تعلیمات کے مطابق اظہار اور عمل کی اجازت نہیں تھی یا نہیں ہے، کچھ ایسے بھی ہونگے جن پر براہ راست مقدمے بھی بنے ہوں۔ انسان کسی بھی کام کو یا تو اپنے فائدے یا مفاد کے لئے کرتا ہے یا اگر مرضی کا کام نہیں ہے تو اکثر خوف کے لئے بھی کرتا ہے، مجبوری ہے نہ کیا تو پوچھا بھی جائے گا اور ہو سکتا ہے سزا بھی مل جائے یا محبت اور اخلاص اور وفا کے جذبے کے تحت کرتا ہے، اگر دین کا صحیح فہم و ادراک ہو تو دین کے کام انسان صحیح محبت اخلاص و وفا کے جذبے کے تحت ہی کرے گا، پس حضرت مسیح موعودؑ نے ہم سے یہ توقع رکھی ہے کہ آپ کی بیعت میں آکر اس جذبے کو بڑھائیں، جب تک یہ جذبہ اطاعت و خلوص اور تعلق پیدا نہیں ہوگا، جو نصائح کی جاتی ہیں ان کا بھی اثر نہیں ہوگا، کیا کوئی احمدی یہ تصور کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی بات قرآن سنت کے منافی کی ہوگی؟ یقیناً نہیں۔

جو لوگ ذرا اسی بات پر غصہ میں آجاتے ہیں انہیں خود ہی اپنی حالتوں پر غور کرنا چاہئے کہ وہ بھی تقویٰ سے دور ہو رہے ہیں، اگر ہم حضرت مسیح موعودؑ کے ان نصائح پر غور کریں تو یہ چیزیں ہمیں حضرت مسیح موعودؑ سے محبت میں

16 اکتوبر 2015ء

دنیا میں جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ آج کل ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جب سلسلہ احمدیہ دنیا میں پھیل رہا ہے اور یہ تدریجی ترقی دنیا کو اب نظر بھی آرہی ہے تبھی تو اس صحافی نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا یہ جماعت دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والی جماعت ہے اور کئی اور جگہ غیر یہ سوال بھی کرتے ہیں اور اعتراف بھی کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ بڑی تیزی سے ترقی کرنے والی جماعت ہے، گو ابتلا بھی ساتھ ساتھ چل رہے ہیں لیکن اگر دشمن کی نیت اور کوشش کو دیکھیں تو یہ ابتلا کچھ بھی نہیں اور پھر چاہے وہ ابتلا کسی احمدی پر احمدیت کی وجہ سے ذاتی ہو یا بعض جگہ

گزشتہ دنوں جب حضور ہالینڈ میں تھے تو ایک صحافی نے حضور سے سوال کیا کہ کیا جماعت احمدیہ سب سے زیادہ بڑھنے والی جماعت ہے دنیا میں، حضور نے ان سے فرمایا کہ اگر ایک بین الاقوامی جماعت کی حیثیت سے دیکھیں تو یقیناً جماعت احمدیہ سب سے زیادہ ترقی کرنے والی جماعت ہے اور اب تو یہ بات غیر بھی مانتے ہیں اور یہی حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کی بہت بڑی دلیل ہے کہ ہندوستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے اٹھنے والی آواز آج دنیا کے ہر شہر اور گاؤں میں گونج رہی ہے اور پھر اس کی امتیازی شان اس وقت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے جب یہ

پوری جماعت اس ابتلا میں سے گزر رہی ہو، ہر ابتلاء پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور جلوے دکھاتا ہے، ہر احمدی جو ان ممالک میں پاکستان سے آیا ہے، اگر اس کے اندر شکر گزاری کا احساس ہو تو اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہاں آکر اللہ تعالیٰ نے اس پر کس قدر فضل فرمائے۔ کیرالہ ہندوستان سے ایک دوست کو ایک خواب کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی، موصوف کوٹی وی پر ایم ٹی اے دیکھنے کا موقع ملا، ان کی دلچسپی بڑھتی گئی، انہوں نے ایک پیر صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی، کچھ عرصہ ایم ٹی اے دیکھنے کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مزار حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کر رہے ہیں وہاں انہوں نے فوت شدہ پیر صاحب کو بھی زیارت کرتے ہوئے دیکھا، اس خواب کے بعد انہوں نے بیعت کے لئے اصرار کیا، ان کو مطالعہ کا کہا گیا پھر یہ قادیان بھی پہنچ گئے اور وہاں جا کر بیعت کر لی۔ مصر سے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے 2004 میں ایک خواب دیکھا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک جگہ آرام کر رہے ہیں، میں ان کے ساتھ بیٹھا ہوں اور وہ مجھے کہتے ہیں تمہیں اس معاملے میں تحقیق کرنی چاہئے، ان کو اس وقت تک سمجھ نہیں آئی اور انہوں نے کبھی حضرت خلیفۃ المسیح

الرابعؒ کو دیکھا بھی نہیں تھا، خواب کے چار سال بعد میں نے ایم ٹی اے دیکھا اور تحقیق کرنے لگا، اس طرح خدا تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی، کہتے ہیں نومبر 2014 میں میں نے بیعت کرنے سے پہلے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسجد میں داخل ہوا ہوں جو نمازیوں سے بھری ہوئی ہے، حضرت مسیح موعودؑ جلوہ نشین ہیں اور میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ پس ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کی اس تعلیم کے مطابق ہمارے عمل اور سوچیں ہیں، اگر نہیں تو فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں بعد میں آنے والی قومیں ترقی کر کے ہم سے بہت آگے نہ نکل جائیں کہ ہمیں جب احساس ہو کہ ہماری نسلیں پیچھے رہ رہی ہیں تو پھر دہائیاں ان فاصلوں کو پورا کرنے میں لگ جائیں، اگلی نسلوں کو اگلی نسلوں کو سنوارنے میں وقت لگ جائے، کہیں اس دنیا میں ڈوب کر ہماری نسلیں بہت پیچھے نہ چلی جائیں، نمازیں ادا کرنا بہت ضروری ہے، نئے آنے والے ان انعامات کا وارث بن کر جن کا حضرت مسیح موعودؑ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اپنے مقام کو ہم سے بہت بلند کر لیں، حضرت مسیح موعودؑ کے ان الفاظ پر بہت غور کرنے کی ضرورت ہے اور ان پر غور کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔

23 اکتوبر 2015ء

یہ خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہر سفر میں اپنی تائید و نصرت کے نشانات دکھاتا ہے، بعض دفعہ فکر ہوتی ہے کہ بعض جماعتیں بعض پروگرام بنانے میں تجربہ نہیں رکھتیں اور ایسے پروگرام بنالیتی ہیں جو جماعت کے اپنے پروگرام نہیں ہوتے بلکہ غیروں کے ساتھ پروگرام ہوتے ہیں اور جو غیروں کے ساتھ پروگرام ہوں ان کو ان ذرائع کے ذریعے سے جو غیروں کے ہیں مشتہر بھی کرنا پڑتا ہے اور اس وجہ سے یہ فکر بھی ہوتی ہے کہ جماعت مخالف کچھ شرارتی عنصر پروگرام میں بد مزگی پیدا نہ کریں۔ ہالینڈ کے سابق وزیر دفاع بھی اس تقریب میں شامل ہوئے، فنکشن کے بعد حضرت خلیفۃ المسیحؒ کے ساتھ بڑی دیر تک بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے، انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے پیغام سے اسلام کے حقیقی چہرہ کو دیکھنے کا موقع ملا ہے اور اب یہ خواہش ہے کہ آپ بار بار ہالینڈ آئیں تاکہ لوگوں کے دل سے اسلام کا ڈر نکل جائے، پھر کہتے ہیں کہ پارلیمانی کمیٹی کے سوالات پر آپ کے جوابات کسی بھی مناسب سوچ رکھنے والے شخص کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی تھے۔ یونیورسٹی آف ایمسٹرڈیم کے ایک پروفیسر جو بدھ ازم اور اسلام اور دیگر مذاہب

کے ماہر ہیں، انہوں نے اپنے خیالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ امام جماعت احمدیہ نے اسلام کی امن کی تعلیم کا جس واضح انداز میں ذکر کیا ہے، اس سے مجھے اس بات کا اندازہ ہوا ہے کہ ہمارے انٹر فیتھ ڈائلاگ کے پروگراموں میں جماعت کی نمائندگی ناگزیر ہے، اب جماعت کو ہمارے پروگراموں میں ضرور شریک ہونا چاہئے تاکہ اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیم ہمارے سامنے آ سکے۔ حضرت خلیفۃ المسیحؒ نے نورڈھارن میں ہالینڈ سے جرمنی جاتے ہوئے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، وہاں ایک ٹی وی چینل نے انٹرویو بھی لیا، خبر بھی دی اس کی، ایک سابق میسر بھی وہاں آئے ہوئے تھے، فنکشن کے بعد کہنے لگے کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہہ دیا ہے کہ اس اتوار کو ہمیں چرچ جانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ جو ہمارے لئے ضروری تھا وہ ان کے خلیفہ نے کہہ دیا ہے تو اس طرح بھی بعض لوگ اظہار خیال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ حقیقت میں بھی ان کے دل کھولے۔

جامعہ احمدیہ جرمنی کی بھی پہلی کلاس سات سال میں اپنا کورس پورا کر کے پاس ہوئی ہے، سولہ مبلغین تیار ہوئے ہیں وہاں ان کا سالانہ کانوکیشن بھی تھا، اصل مقصد تو جرمنی جانے کا یہی تھا، 2008 میں شروع ہوا تھا جامعہ، بیت

ان فارغ ہونے والے مربیان کو صحیح رنگ میں خدمت دین کی توفیق بھی عطا فرمائے اور وفا کے ساتھ اپنے وقت کو نبھانے کی توفیق بھی دے۔
محترم مرزا اظہر احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعودؑ کی وفات۔

30/ اکتوبر 2015ء

سب لوگوں نے کہہ دیا ایک نے مان لیا تو کیا ہوا اس کی تو عقل ماری گئی ہے، پھر ایک اور مولوی نے بیعت کر لی، پھر مخالفین نے یہی کہا کہ ان مولویوں کا کیا ہے یہ تو بے وقوف لوگ ہیں، ایک مولوی نے ابھی بیعت نہیں کی اس لئے ہم نہیں مانتے تو ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعودؑ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؑ کے ساتھ ایک دہریہ پڑھا کرتا تھا، ایک دفعہ زلزلہ آیا تو اس کے منہ سے بے اختیار رام رام نکل گیا، پہلے ہندو تھا دہریہ ہو گیا، تو جیر صاحب نے جب اس سے پوچھا کہ تم تو خدا کے منکر ہو تو پھر تم نے رام رام کیوں کہا، کہنے لگا غلطی ہو گئی مگر اصل بات یہ ہے کہ دہریہ جہالت پر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ماننے والے علم پر، اس لئے مرتے وقت یا خوف کے وقت دہریہ کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ میں ہی غلطی پر ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ہماری بعض معاملات میں ناکامیاں اور دشمنوں میں اس طرح گھرے رہنا اس لئے ہے کیونکہ ہمارا ایک حصہ ایسا ہے جو دعاؤں میں سستی کرتا ہے اور بہت سے ایسے ہیں جو دعا کرنا بھی نہیں جانتے اور ان کو یہ بھی نہیں پتہ کہ دعا کیا ہے، دعا موت قبول کرنے کا نام ہے اور آپؑ فرمایا کرتے تھے جو منگے سو مر رہے، جو مرے سو منگن جائے، یعنی کسی سے سوال کرنا یا مانگنا ایک موت ہے اور موت وارد کئے بغیر انسان مانگ نہیں سکتا، جب تک وہ اپنے اوپر ایک قسم کی موت وارد نہیں کر لیتا وہ مانگ نہیں سکتا کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں وہ کب کسی کو مدد کے لئے پکارتا ہے۔

6/ نومبر 2015ء

جائے اور تمام عیاشی کی چیزوں تک پہنچے ہو جو دنیا میں کسی بھی ملک میں میسر ہیں، اگر خدا نخواستہ ان ملکوں کے حالات خراب ہوئے یا جنگ کی صورتحال ہوئی تو جو حالت یہاں کے رہنے والوں کی ہوگی وہ تصور سے باہر ہے۔

سیرالیون سے ہمارے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ یہاں ایک جماعت میں ایک نابینا عورت رہتی ہے جنہوں نے تحریک جدید کے چندے کا وعدہ 2000 لیون

السبح کی چھوٹی سی بلڈنگ کے چند کمروں میں اور اب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ کی عمارت تعمیر کی ہے جس میں ساری سہولیات ہیں، اچھی خوبصورت عمارت ہے، کانو وکیشن بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھا رہا، اللہ تعالیٰ

حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں: لوگوں کو بڑی جلدی ہوتی ہے بد دعا کرنے کی، ہمارا یہی اصول ہونا چاہئے کہ ہم کسی کے لئے بد دعا نہ کریں بلکہ ہمیں اپنے مخالفین کے لئے دعا کرنی چاہئے، آخر انہوں نے ہی ایمان لانا ہے۔

مولوی عبدالکریم صاحبؑ فرمایا کرتے تھے کہ میں چوبارہ میں رہتا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ مکان کے نچلے حصے میں رہا کرتے تھے، ایک دفعہ مجھے مکان کے نچلے حصے سے اس طرح رونے کی آواز آئی جیسے کوئی عورت دردزہ کی وجہ سے چلاتی ہو، جب میں نے غور سے سنا تو پتہ چلا کہ حضرت مسیح موعودؑ دعا کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے خدا طاعون پڑی ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے لوگ مر رہے ہیں، اے خدا اگر یہ سب لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔

ایک دفعہ ایک سکھ طالب علم نے جو حضرت مسیح موعودؑ سے اخلاص کا تعلق رکھتا تھا، اس نے حضرت مسیح موعودؑ کو کہلا بھیجا کہ پہلے مجھے خدا پر یقین تھا لیکن اب میرے دل میں اس کے متعلق شکوک بڑھنے لگے ہیں، حضرت مسیح موعودؑ نے اسے کہلا بھیجا کہ کالج میں تم جہاں بیٹھتے ہو اس سیٹ کو بدل دو، چنانچہ اس نے جگہ بدل لی اور بتایا کہ اب خدا تعالیٰ کے بارہ میں کوئی شک پیدا نہیں ہوتا، جب یہ بات حضرت مسیح موعودؑ کو سنائی گئی تو آپؑ نے فرمایا اس پر ایک شخص کا اثر پڑ رہا تھا جو اس کے پاس بیٹھتا تھا اور وہ دہریہ تھا، جب جگہ بدلی تو اس کا اثر پڑنا بند ہو گیا۔

ایک گاؤں میں تین مولوی تھے اور اس گاؤں کے لوگ کہتے تھے کہ ان تینوں میں سے کوئی حضرت مرزا صاحبؑ کو مان لے تو ہم سب کے سب مان لیں گے، ان میں سے ایک مولوی پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور اس نے بیعت کر لی تو

آج کل کے مادی دور میں جب نئی ٹیکنالوجی نے دنیا کے مختلف ممالک میں رہنے والے انسانوں کو نہ صرف بہت قریب کر دیا ہے بلکہ اس ٹیکنالوجی اور معاشی نظام نے خواہشات کو بھی بہت بڑھا دیا ہے، قطع نظر اس کے کہ کسی کے پاس وافر دولت ہے یا نہیں، خواہشات کی بھڑک اور روپیہ سے محبت اور اس کے حصول کے لئے کوشش انتہا کو پہنچی ہوئی ہے تاکہ ان تمام سہولتوں سے فائدہ اٹھایا

لکھوایا، جب چندہ کے حصول کے لئے ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ مجھے چندہ کی ادائیگی کی فکر ہو رہی تھی مگر ناپینا ہونے کی وجہ سے میرا ذریعہ آمدن اتنا نہیں کہ میں چندہ ادا کر سکتی، انہوں نے اپنی ایک بہن سے ادھار لے کر چندہ دینے کا ارادہ کیا لیکن بہن نے انکار کر دیا، اس پر ناپینا عورت فکر مند ہوئیں اور جو لوگ چندہ لینے آئے تھے ان سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر بعد آئیں اور دعائیں مصروف ہو گئیں۔

ازبکستان کے ایک نئے احمدی دوست کہتے ہیں: میں ایک لمبے عرصے سے ماسکو میں مقیم ہوں اور معمول کے مطابق مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ مجھے اس سال کتنی آمد ہوگی لیکن اس سال جب سے میں نے بیعت کی ہے اور چندہ دینا شروع کیا ہے، میری آمدنی میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے، پچھلے تیرہ سال میں مجھے اتنی آمدنی نہیں ہوئی جتنی اس سال ہوئی ہے اور اب مجھے اس بات کا کامل یقین ہو گیا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت ہے۔

کینیڈا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دوست نے کاروبار شروع کیا اور ایک ہزار ڈالر کا وعدہ تحریک جدید میں لکھوایا، اس پر انہیں تحریک کی گئی کہ اگلے

سال آپ نے اپنا وعدہ بڑھا کر کم از کم پانچ ہزار ڈالر لکھوانا ہے نیز حضرت خلیفۃ المسیح کو دعا کے لئے خط بھی لکھتے رہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو وعدہ پورا کرنے کی توفیق دے، چنانچہ سال کے اختتام پر جب سیکرٹری صاحب مال چندہ کی وصولی کے لئے ان کے پاس گئے تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے میرے کاروبار میں بہت برکت ڈالی ہے اور میں اسی سال پانچ ہزار ڈالر ادا کروں گا اور مزید کوشش کروں گا اگلے سال چندہ بڑھانے کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تحریک جدید کا 82 واں سال شروع ہو گیا ہے، جو رپورٹس آئی ہیں اب تک اس سال تحریک جدید کے مالی نظام میں کل وصولی 9,217,800 پاؤنڈ ہوئی ہے، یہ وصولی گزشتہ سال کی نسبت 747,000 پاؤنڈ زیادہ ہے، پاکستان محذوش حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی قربانی کے معیار پر قائم ہے اور ان کا نمبر پہلا ہی ہے، اس کے بعد باہر کے ممالک میں جرمنی پہلے نمبر پر ہے، پھر یو کے، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، ہندوستان، مشرق وسطیٰ کی ایک جماعت، انڈونیشیا، مشرق وسطیٰ کی ایک جماعت، گھانا اور سوئٹزرلینڈ کا گیارہواں نمبر ہے۔

13 نومبر 2015ء

بیان فرمائے، ایک شخص جو حضرت مسیح موعودؑ سے بغض رکھتا تھا اور اس نے ان کتابوں کے کچھ حصے چھپتے ہوئے دیکھے، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے ہٹا دینے کی غرض سے گیا۔ حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولانا نور الدینؒ سے فرمایا کہ جماعت کے بڑھنے کا ایک ذریعہ کثرت اولاد بھی ہے، اگر جماعت کے لوگ ایک سے زیادہ شادیاں کریں تو اس سے بھی جماعت بڑھ سکتی ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ نے فرمایا کہ حضور میں تو آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوں لیکن اس عمر میں کوئی شخص مجھے لڑکی دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا، اس پر حضرت مسیح موعودؑ ہنس پڑے، حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں دیکھو یہ انکسار اور حضرت مسیح موعودؑ کا ادب تھا جس کی وجہ سے انہیں یہ رتبہ ملا۔ حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے میری اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ کی شادیوں کی تجویز فرمائی تو سب سے پہلے یہ سوال کرتے تھے کہ فلاں صاحب کے ہاں کتنی اولاد ہے وہ کتنے بھائی ہیں اور ان کے ہاں کتنی اولاد ہے، حضرت مصلح موعودؑ فرماتے ہیں جس جگہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ کی شادی کی تجویز ہوئی اس جگہ

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کو جو عشق اور محبت حضرت مسیح موعودؑ سے تھی، اسے ہر وہ احمدی جس نے آپ کے بارہ میں کچھ نہ کچھ پڑھا ہو یا سنا ہو جانتا ہے، حضرت مسیح موعودؑ سے محض اللہ عقد اخوت اور محبت کی اگر کوئی مثال دی جاتی ہے تو حضرت حکیم نور الدینؒ کی مثال ہے، اقرار اطاعت کرنے کے بعد اگر اس کے انتہائی معیاری نمونے دکھا کر اس پر قائم رہنے کی مثال اگر دی جاسکتی ہے تو وہ حضرت مولانا نور الدینؒ کی ہے، تمام دنیاوی رشتوں سے بڑھ کر بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے اگر کسی نے حضرت مسیح موعودؑ سے رشتہ جوڑا تو اس کی اعلیٰ ترین مثال حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے ابتدا میں ہی بعض ایسے لوگ آپ پر ایمان لائے جو کہ ذاتی جوہر کے اعتبار سے بہترین خدمات سرانجام دینے والے تھے اور اس کام میں آپ کی مدد کرنے والے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کیا تھا، ان میں سے ایک حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ بھی تھے، آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ سے قبل ہی آپ کی کتابیں پڑھنی شروع کیں، جب حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ مسیحیت کیا تو نبوت کے متعلق تمام مضامین اپنی ابتدائی کتب فسخ اسلام اور توضیح مرام میں

ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا یہ جلسہ بھی ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور یہ سو سال آئندہ نئی ترقیات کا پیش خیمہ ثابت ہوں، وہاں بعض فسادی لوگ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے بھی جماعت کو محفوظ رکھے اور ہر لحاظ سے ان کے جلسہ کو اور ان کے پروگراموں کو بابرکت فرمائے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے دریافت فرمایا کہ اس خاندان کی کس قدر اولاد ہے، جب آپ کو معلوم ہوا کہ ان کے سات لڑکے ہیں تو آپ اور تمام باتوں پر غور فرمانے سے پہلے کہنے لگے بہت اچھا ہے، یہیں شادی کی جائے۔ آج جلسہ سالانہ مارش کا آغاز ہو رہا ہے اور مارش میں جماعت احمدیہ کو قائم ہوئے ایک سو سال ہو چکے

20 نومبر 2015ء

بھی اس حقیقی تعلیم کے تابع ہو کر آنحضرت ﷺ کی غلامی میں آئیں گی، پس بہت بڑے مقاصد کے حصول کی اللہ تعالیٰ حقیقی مسلمانوں کو خوشخبری دے رہا ہے لیکن ان مسلمانوں کو جو ظالم نہ ہوں بلکہ انصاف پر قائم ہوں، جو خدا تعالیٰ کو بھولنے والے نہ ہوں بلکہ اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں، جو دوسروں کے حقوق غصب کرنے والے نہ ہوں بلکہ حقوق ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے زمانے کی ایجادات کو ہمارے تابع کر دیا، جماعت ہر سال لاکھوں ڈالر خرچ کرتی ہے ایم ٹی اے پر، یہ تبلیغ اور تربیت کا بہترین ذریعہ ہے اور سب سے بڑھ کر خلیفہ وقت سے رابطے کا ذریعہ ہے، ایک ماں نے حضرت خلیفۃ المسیح سے ملاقات میں ذکر کیا کہ بچوں کی تربیت کا انتظام نہیں ہے اور انتظام ہونا چاہئے تو بجائے اس کے کہ وہ مبلغ کو یا انتظامیہ کو مورد الزام ٹھہرائیں، یہ سوچیں کہ ہفتہ میں چھ دن تو بچے ماں باپ کے پاس ہوتے ہیں یا سکول میں ہوتے ہیں، ان کو گھر میں خلیفہ وقت کے پروگراموں کے سننے کی طرف توجہ دلائیں۔ مسجد کے کچھ کوائف بھی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے پیش فرمائے، مسجد کی کل زمین کا رقبہ 1000 مربع میٹر ہے، دو منزلہ عمارت ہے اور علاقے کی مین سڑک کے اوپر ہے، یہ سڑک علاقے کی ساری بڑی سڑکوں کو آپس میں ملاتی ہے، ہائی وے کی ایگزٹ کے قریب ہے اور دو ہائی ویز اس کے قریب ہیں، ریلوے اسٹیشن قریب ہی ہے، اس ریلوے اسٹیشن سے شہر کے ایئر پورٹ تک سیدھی ٹرین جاتی ہے، مسجد کا نام بیت الاحد ہے، یہاں تبرک کے لئے مسجد مبارک قادیان اور دارالمنہج کی اینٹیں نصب ہیں، عمارت کی پہلی منزل پر مسجد کا مین ہال ہے جہاں 500 سے زائد نمازیوں کی گنجائش ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: الحمد للہ آج جماعت احمدیہ جاپان کو اپنی پہلی مسجد بنانے کی توفیق مل رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تعمیر کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور آپ لوگ اس مسجد کے بنانے کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں، مسجد تو غیر از جماعت اور دوسرے مسلمان بھی بناتے ہیں، یہاں جاپان میں گو جماعت احمدیہ مسلمہ کی یہ پہلی مسجد ہے لیکن ملک کی پہلی مسجد نہیں ہے، کہا جاتا ہے کہ یہاں دوسرے مسلمانوں کی سویا اس سے زیادہ مساجد ہیں، پس صرف مسجد بنالینا کوئی ایسی بات نہیں کہ ہم کہہ سکیں کہ جاپان آنے کا ہمارا مقصد پورا ہو گیا۔ پس جاپان کی یہ مسجد جاپان میں رہنے والے احمدیوں پر ذمہ داری ڈال رہی ہے کہ جہاں عبادتوں کے معیاروں کو پورا کریں وہاں تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں، ابھی افتتاح سے پہلے ہی میڈیا نے اس مسجد کی کافی کوریج بھی دی ہے اور ایک امن پسند اسلام کا تعارف اس حوالے سے پہلے ملک کے سامنے پیش کیا ہے، پس اس تعارف سے فائدہ اٹھانا اب یہاں رہنے والے ہر احمدی کا کام ہے، جاپانیوں کے لئے مسجد تو کوئی نئی چیز نہیں ہے، یہاں کہا جاتا ہے کہ 100 کے قریب مساجد ہیں تو ہماری اس مسجد کے افتتاح کو اتنی اہمیت کیوں، اس لئے کیونکہ عام مسلمانوں سے ہٹ کر اسلام کی تصویر ہم دکھاتے ہیں، وہ حقیقی تصویر جو آنحضرت ﷺ نے دکھائی اور جس کے سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے غلام صادق کو بھیجا ہے۔ ہر احمدی کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اپنے اعمال میں ترقی کرنے کی طرف توجہ دیتا چلا جائے، تبھی دنیا کو بھی اپنی طرف متوجہ کر سکیں گے، اور یہی چیز پھر اس تمکنت کا بھی باعث بنے گی جب حکومتیں

27 نومبر 2015ء

فرمائی اور اسلام کا پیغام اس ملک میں پہنچانے کا پہلا مرکز قائم ہو گیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مرکز یا مسجد تمام ملک میں اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کے مقصد کو پورا نہیں کر سکتی لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اس کے ساتھ جاپان میں اسلام کے

ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت رکھا ہوا ہے اور جب وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام ہو جاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جاپان میں جماعت احمدیہ کی مسجد بنے تو تمام روکوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسجد بنانے کی توفیق عطا

کہ جہاں بھی قادیانی جا کر تبلیغ کریں گے تو ہم ان کی تبلیغ کو روکیں گے، اس مولوی نے 2013 میں حضور کے دورہ کے دوران یہ بھی کہا کہ احمدی اپنے عقیدے اور مشن کے ساتھ اس قدر مخلص ہیں کہ وہ اپنی جان مال اور وقت کو قربان کرتے ہیں اور حضور کے دورہ اور جماعت کی سرگرمیوں کی وجہ سے کہا کہ میں اب ہر سال جاپان آیا کروں گا اور اپنے والد کا ختم نبوت کا مشن پورا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کروں گا۔ مولویوں کے کینے اور بغض ہیں ان کے اظہار پاکستان میں وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں، جماعت کی ترقی دیکھ کر ان کی حسد کی آگ بھڑکتی رہتی ہے، گزشتہ دنوں ایک ظالمانہ اور بہیمانہ اظہار ان مولویوں کی طرف سے اور شدت پسندوں کی طرف سے پاکستان میں جہلم میں بھی ہوا، ایک چپ بورڈ فیکٹری جو ایک احمدی کی ملکیت تھی، اس کو آگ لگادی گئی اور کوشش ان کی یہی تھی کہ فیکٹری مالکان اور ورکرز کو اندر زندہ جلایا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس میں یہ کامیاب نہیں ہو سکے لیکن بہر حال مالی نقصان تو ہوا، ان لوگوں کا خیال ہے کہ اس طرح وہ احمدیت کو ختم کر سکتے ہیں، احمدیوں کے جذبہ ایمانی کو چھین سکتے ہیں، ان کو احمدیت سے دور کر سکتے ہیں۔

حقیقی پیغام کو پہنچانے کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ ایک جاپانی دوست جو سکول ٹیچر ہیں وہ کہتے ہیں: احباب نے مشکل حالات میں ہمیشہ ہماری مدد کی، یہ بات میں پہلے نہیں جانتا کیونکہ وہاں بہت سے مقررین نے بتایا کہ زلزلوں میں اور سونامی میں جماعت احمدیہ نے مدد کی ہے، کہتے ہیں میں یہاں قریب کے سکول میں ٹیچر ہوں، کہتے ہیں آج کے بعد میں سکول کے بچوں کو یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ لوگ خطرناک نہیں کیونکہ امام جماعت احمدیہ اور مختلف ملکوں سے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات کا موقع مجھے ملا، جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے بہت آسان طریق سے اسلام کے بارہ میں بیان کیا۔ ایک اور ٹی وی چینل جس کو دیکھنے والوں کی تعداد ایک کروڑ سے اوپر ہے، اس نے بھی یہ خبر دی کہ پیرس حملوں کے بعد جبکہ اسلام کے بارہ میں منفی تاثر دوبارہ پختہ ہو گیا ہے، سویشیا میں ایک مسجد کا افتتاح کیا گیا ہے، یہ مسجد جماعت احمدیہ نے بنائی ہے اور یہ جاپان کی سب سے بڑی مسجد ہے، امام جماعت احمدیہ نے پیرس حملوں کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مسجد ایسے تمام عناصر کی مذمت کرتی ہے، یہ مسجد امن و امان کا ذریعہ ہوگی، جو چاہے اس مسجد میں آسکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے 2013 میں جاپان کا دورہ کیا تو پاکستان کا ایک مولوی جاپان گیا اور اس نے کہا کہ میرے باپ کا یہ مشن تھا

آنکھوں سے بوسے دوں

جہاں برسے تھے بارش کی طرح تیرے نشان لے جا
جو ممکن ہو تو سارا قادیاں آغوش میں لے لوں
رضا مانگوں، لقا مانگوں، خدا سے خود خدا مانگوں
بہت پیاروں کے چہرے سامنے آجائیں نظروں کے
کوئی آہستہ سے کہہ دے 'خدا داری چہ غم داری'
فضا میں آج بھی ہوں گی دعائیں میرے آباء کی
جو بس میں ہو کسی دیوار کے سائے میں رہ جاؤں
وہ علم و معرفت پاؤں جو ابدی غیر فانی ہو

امتہ الباری ناصر

مرے مولا مجھے تو قادیاں دارالاماں لے جا
نظر پہلی پڑے مینار پر آنکھوں سے بوسے دوں
مزار حضرت اقدس پہ رو کر دعا مانگوں
پڑھوں کتبہ بہشتی مقبرے کی ساری قبروں کے
ہو بیت الفکر اور بیت الدعا میں آہ اور زاری
بہت مشتاق ہوں بیت مبارک بیت اقصیٰ کی
سیچائے زماں کے مولد و مسکن کو دیکھ آؤں
نصیب اس حوض کوثر سے حیات جاودانی ہو

پیشگوئی مصلح موعود کی عظیم الشان باون علامات

پیشگوئی مصلح موعود بڑی تفصیلی ہے جس سے ظاہر ہے کہ آنے والا کئی قسم کی خصوصیات کا حامل ہو گا۔ چنانچہ اگر اس پیشگوئی کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی میں آنے والے موعود کی مندرجہ ذیل علامات بیان کی گئی ہیں (بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان 11-4 فروری 2010ء، ”الموعود“ تقریر فرمودہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مورخہ 28 دسمبر 1944ء، موقعہ جلسہ سالانہ قادیان، بحوالہ انوار العلوم۔ ربوہ: فضل عرفاؤنڈیشن، جلد 17 صفحہ 529-532)

1. پہلی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدرت کا نشان ہو گا
2. دوسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمت کا نشان ہو گا
3. تیسری علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قربت کا نشان ہو گا
4. چوتھی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فضل کا نشان ہو گا
5. پانچویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ احسان کا نشان ہو گا
6. چھٹی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحب شکوہ ہو گا
7. ساتویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحب عظمت ہو گا
8. آٹھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحب دولت ہو گا
9. نویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسیحی نفس ہو گا
10. دسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو پیاریوں سے صاف کرے گا
11. گیارہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلام اللہ ہو گا
12. بارہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور غیور نے اسے اپنے کلمہء تمجید سے بھیجا ہو گا
13. تیرہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت ذہین ہو گا
14. چودھویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت فہیم ہو گا
15. پندرہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کا حلیم ہو گا
16. سولہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا
17. سترہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علوم باطنی سے پُر کیا جائے گا
18. اٹھارہویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا
19. انیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ دوشنبہ کا اس کے ساتھ خاص تعلق ہو گا
20. بیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فرزند دلبند ہو گا
21. اکیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ گرامی ارجمند ہو گا
22. بائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الاول ہو گا
23. تیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الآخر ہو گا
24. چوبیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الحق ہو گا
25. پچیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر العلاء ہو گا
26. چھیسیویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کائنات اللہ نزل من السماء کا مصداق ہو گا
27. ستائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول بہت مبارک ہو گا۔
28. اٹھائیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول جلال الہی کے ظہور کا موجب ہو گا
29. انتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نور ہو گا
30. تیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خدا کی رضامندی کے عطر سے مسوح ہو گا
31. اکتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا اس میں اپنی روح ڈالے گا
32. بیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا
33. تینتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا
34. چونتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا
35. پچتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا
36. چھتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی
37. سترتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا
38. اڑتیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دیر سے آنے والا ہو گا
39. انتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ دور سے آنے والا ہو گا
40. چالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فخر رسل ہو گا
41. اکیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی ظاہری برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی

47. سنن الیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہو گا

48. اڑتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ العزیز ہو گا

49. انچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہو گا

50. پچاسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ناصر الدین ہو گا

51. اکاونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فاتح الدین ہو گا

52. باونویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر ثانی ہو گا

42. بیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی

43. تینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ یوسف کی طرح اس کے بڑے

بھائی اس کی مخالفت کریں گے

44. چوالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ بشیر الدولہ ہو گا

45. پینتالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی خاں ہو گا

46. چھیالیسویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عالم کباب ہو گا

ربوہ کا قیام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طاہر محمود احمد۔ مربی سلسلہ نظارت اشاعت ربوہ

ربوہ کے متعلق الہی بشارات

نہیں ہو گی کیونکہ یہاں مسجد بھی ہے۔ اس نے سمجھا کہ کہیں میں رہائش سے اس لئے انکار نہ کر دوں کہ یہاں مسجد نہیں۔ چنانچہ میں نے کہا اچھا مجھے مسجد دکھاؤ۔ اس نے مجھے مسجد دکھائی جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی، چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بھی بچھی ہوئی تھیں اور امام کی جگہ ایک صاف قالین مصلیٰ بچھا ہوا تھا۔ اس پر میں خوش ہوا اور میں نے کہا۔ لو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسجد بھی دے دی، اب ہم اسی جگہ رہیں گے۔“ (انوار العلوم جلد 20 صفحہ 545)

داتہ ضلع ہزارہ کے ایک بزرگ میر گل شاہ صاحب کو جنوری 1900ء میں ایک رویا میں قادیان کے ساتھ ایک اور مقدس شہر کا نقشہ بھی دکھایا گیا۔ (عسل مصطفیٰ از مرزا خدابخش جلد دوم صفحہ 500)

ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے تایا حضرت چوہدری غلام حسین صاحب متوطن جھنگ نے 1932ء میں خدا کے حضور متضرعانہ دعائیں کیں کہ خدایا پیشگوئی مصلح موعود میں موجود الہامی الفاظ ”وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا“ سے کیا مراد ہے، تو انہیں رویا میں دکھایا گیا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان ایک میدان میں پر شوکت جلسہ مصلح موعود ہو رہا ہے۔ (الفضل 9 مارچ 1945 صفحہ 4)

نئے مرکز کا فیصلہ

1947ء میں ہندوستان کی تقسیم کے وقت جماعت احمدیہ نے دیگر مسلمانوں کی طرح پاکستان کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا اور نئے مرکز کے لئے جگہ کی تلاش شروع ہوئی۔ 25 ستمبر 1947ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے چوہدری عبد العزیز صاحب سیشن جج سرگودھا کو رتن باغ لاہور مشورہ کے لئے بلایا اور ان

قدیم سے یہ سنتِ مستمرہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی برگزیدہ جماعتوں کو ہجرت بھی کرنا پڑتی ہے جس کے نتیجے میں بے شمار افضالِ الہی کا نزول ہوتا ہے اور ان گنت برکات کا ایک لمبا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ ربوہ کے بارہ میں بھی خدائے رحیم و کریم کی طرف سے مختلف بشارات ہوئیں جو بعد میں پوری ہو گئیں۔

’ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 18 ستمبر 1894ء کو الہام ہوا۔

”داغ ہجرت“ (تذکرہ صفحہ 722)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 1941ء میں رویا دیکھی کہ قادیان پر حملہ ہوا ہے اور آپ قادیان سے نکل کر پہاڑی اور ٹیلوں میں نئے مرکز کے لئے جگہ تلاش کر رہے ہیں۔

آپ رویا کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

”میں نے اُس رویا میں دیکھا کہ قادیان پر حملہ ہوا ہے اور ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے جا رہے ہیں مگر مقابلہ کے بعد دشمن غالب آگیا اور ہمیں وہ مقام چھوڑنا پڑا۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں ایک جگہ بتاتا ہوں۔ آپ پہاڑوں پر چلیں وہاں اٹلی کے ایک پادری نے گر جانا ہوا ہے اور ساتھ ہی اس نے بعض عمارتیں بھی بنائی ہوئی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر مسافروں کو دیتا ہے۔ وہ مقام سب سے بہتر رہے گا۔ میں ابھی متردد ہی تھا کہ اس جگہ رہائش اختیار کی جائے یا نہ کی جائے کہ ایک شخص نے کہا آپ کو یہاں کوئی تکلیف

کے ساتھ میٹنگ ہوئی اور مختلف جگہیں زیر بحث آئیں جیسے ننگانہ صاحب، ضلع سیالکوٹ، پسرور، کلاس والا، شکر گڑھ، کہوٹہ اور چناب نگر کے کنارے والی جگہ جو پہاڑوں کے درمیان ہے۔

چوہدری عزیز احمد باجوہ سب نج نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے غریبی جانب سرگودھا فیصل آباد روڈ پر قطعہ زمین حضور کی رؤیا کے مطابق موجود ہے۔ 1947ء کے اواخر میں حضور نے یہ رقبہ ملاحظہ فرمایا اور حسب ارشاد حضور اس کی خرید سے متعلق جملہ انتظامات حضرت نواب محمد دین صاحب نے سرانجام دیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے 20 ستمبر 1948ء کو نماز ظہر کے بعد پانچ بکروں کی قربانی اور ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ تقریباً 250 احباب کی موجودگی میں نئے مرکز ربوہ (پاکستان) کی بنیاد رکھی۔ یہاں پانی تھانہ درخت نہ کوئی جھاڑی۔ ساری زمین پر سفید کلر کی تہہ تھی اور انسان چلتے ہوئے ٹخنوں تک اس میں دھنس جاتا تھا۔ زیر زمین پانی انتہائی کڑوا اور ناقابل استعمال تھا لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ باوجود انتہائی نامساعد حالات کے ربوہ آباد ہو گیا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے سرسبز و شاداب شہر بن چکا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ فرماتے ہیں۔
”رؤیا کے مطابق یہ جگہ مرکز کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ چنانچہ میں یہاں آیا اور میں نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ خواب میں جو میں نے مقام دیکھا تھا، اس کے ارد گرد بھی اسی قسم کے پہاڑی ٹیلے تھے۔ صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ میں نے اُس میدان میں گھاس دیکھا تھا مگر یہ چٹیل میدان ہے۔ اب بارشوں کے بعد کچھ کچھ سبزہ نکلا ہے۔ ممکن ہے کہ ہمارے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ یہاں گھاس بھی پیدا کر دے اور اس رقبہ کو سبزہ زار بنادے۔“ (حضرت مصلح موعودؑ کا افتتاحی خطاب ربوہ۔ الفضل جلسہ سالانہ نمبر 1964ء)

ربوہ کے متعلق توقعات اور قربانیاں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہم قادیان سے باہر آئے ہیں اور اسی کے منشاء کے ماتحت ہم یہاں ایک نیامرکز بسانا چاہتے ہیں۔ ہر چیز میں روکیں حائل ہو سکتی ہیں اس لحاظ سے ممکن ہے ہمارے اس ارادہ میں بھی کوئی روک حائل ہو جائے لیکن ہمارا ارادہ اور ہماری نیت یہی ہے کہ ہم پھر ایک مرکز بنا کر اسلام کے غلبہ

اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام میں ہمارا حامی و مددگار ہو۔ ہم نے اس وادی غیر ذی زرع کو جس میں فصل اور سبزیاں نہیں ہوتیں، اس لئے چنا ہے کہ ہم یہاں بسیں اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کریں مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ساری فصلیں اور سبزیاں اور ثمرات خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ پس اوّل تو ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو صاف کرے اور ہمارے ارادوں کو پاک کرے اور پھر ہم اُسی سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ کے ظل کے طور پر اور مکہ مکرمہ کے موعود کے طفیل ہم کو بھی اس وادی میں ہر قسم کے ثمرات پہنچا دے گا۔ ہماری روزیاں کسی بندے کے سپرد نہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اپنے پاس سے ہم کو کھلائے گا اور ہم اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ یہاں کے رہنے والوں میں دین کا اتنا جوش پیدا کر دے، دین کی اتنی محبت پیدا کر دے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا عشق پیدا کر دے کہ وہ پاگلوں کی طرح دنیا میں نکل جائیں اور اُس وقت تک گھر نہ لوٹیں جب تک دنیا کے کونے کونے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم نہ کر دیں۔

----- اس کے بعد اس رقبہ کے چاروں کونوں پر قربانیاں کی جائیں گی اور ایک قربانی اس رقبہ کے وسط میں کی جائے گی۔ یہ قربانیاں اس علامت کے طور پر ہوں گی کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گئے تھے اور خدا تعالیٰ نے ان کی قربانی کو قبول فرما کر بکرے کی قربانی کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح ہم بھی اس زمین کے چاروں گوشوں پر اور ایک اس زمین کے سنٹر میں اس نیت اور ارادہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور قربانیاں پیش کرتے ہیں کہ خدا ہمیں اور ہماری اولادوں کو ہمیشہ اس راہ میں قربان ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین“ (انوار العلوم، جلد ۲۰، صفحہ 547-548)

ربوہ۔ مرکز احمدیت کے مقاصد

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

”یہ جگہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے بلند کرنے کے لئے مخصوص ہونی چاہیے۔ یہ جگہ خدا تعالیٰ کے نام کے پھیلانے کے لئے مخصوص ہونی چاہیے۔ یہ جگہ خدا تعالیٰ کے دین کی تعلیم اور اس کامرکز بننے کے لئے مخصوص ہونی چاہیے۔ ہم میں سے ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو

سکے۔۔۔ اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اعلیٰ مقام دے تو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ صرف ہم ہی نہیں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی اس مقام کو دین کا مرکز بنائے رکھیں اور ہمیشہ دین کی خدمت اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لئے وہ اپنی زندگیاں وقف کرتے چلے جائیں۔“ (الفضل 16 اکتوبر 1949 صفحہ 3)

ربوہ کا روشن مستقبل

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

”یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ ربوہ اُجڑ جائے گا۔ ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے۔ ربوہ کے چپے چپے پر اللہ اکبر کے نعرے لگے ہیں۔ ربوہ کے چپے چپے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس زمین کو کبھی ضائع نہیں کرے گا جس پر نعرۂ تکبیر لگے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا گیا ہے۔ یہ بستی قیامت تک خدا تعالیٰ کی محبوب بستی رہے گی اور قیامت تک اس پر برکتیں نازل ہوں گی۔ اس لئے یہ کبھی نہیں اُجڑے گی، کبھی تباہ نہ ہوگی۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہنم دنیا میں کھڑا کرتی رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔“ (الفضل نمبر 63، 1957ء)

”کہنے والے کہیں گے کہ ربوہ میں کون آئے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اور کوئی نہ آئے تو خدا تعالیٰ کے فرشتے آئیں گے اور ہم ان فرشتوں کے لئے یہ عمارتیں بنوا رہے ہیں۔ کہنے والے کہیں گے کہ کون آئے گا۔ ہم کہتے ہیں خدا آئے گا۔ اور اس زمین کو اپنی برکت سے بھر دے گا۔ اور یقیناً ہر مومن اپنے فرض کو سمجھتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد ہوتا ہے اپنے چندوں اور قربانیوں میں بڑھتا چلا جائے گا۔ بے شک وہ لوگ بھی ہوں گے جو کہیں گے کہ تم اپنے مال کو ضائع کر رہے ہو مگر درحقیقت تم اپنے مال کو ضائع کرنے والے نہیں ہو گے۔ تم ایک بیج بورہے ہو گے۔ تم اپنی آئندہ نسل کی ترقی کے لئے ایک کھیتی تیار کر رہے ہو گے۔ آخر میں لوگ جو تم پر ہنسی اڑانے والے ہوں گے فاقوں سے مر رہے ہوں گے اور تم جنہیں یہ کہا جاتا ہے کہ اپنا مال ضائع کر رہے ہو تم کھیتوں سے غلہ بھر بھر کر اپنے گھروں میں لا رہے ہو گے اور وہ غلہ جو تمہاری خوشحالی کا بھی موجب ہو گا۔ پس جماعت کو قربانی کے مواقع پر اپنے ارد گرد کے حالات اور دنیا کے تغیرات سے خائف نہیں ہونا چاہئے۔“ (الفضل 3 اپریل 1949ء صفحہ 5)

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد

مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب

قادیان کے بزرگوں کے بارے میں میراجو مضمون الفضل مورخہ 4 جولائی 2015ء میں چھپا ہے اس میں میں نے لکھا تھا کہ ”قادیان میں ہمارے گھر کے پچھواڑے مولوی فخر الدین صاحب کا گھر تھا۔“ الفضل والوں نے جانے کون سے مولوی فخر الدین سمجھے اور یہ فقرہ کاٹ دیا حالانکہ وہ قبلہ مولوی محمد یعقوب طاہر کے والد کا اسم گرامی تھا۔ ہم اس گھر کو خالہ انور کا گھر کہا کرتے تھے کیونکہ داؤد طاہر کی امی کا نام انور بیگم تھا۔ ان کی کئی بیٹیاں تھیں جن میں صالحہ اور صادقہ ہماری ہم عمر تھیں۔ ہمیں یاد ہے کہ ایک روز صبح صبح گھر میں یہ غلغلہ سنا گیا کہ خالہ انور کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے۔ ہمیں یاد ہے سارے محلہ میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی بیٹیوں کے بعد بیٹا عطا فرمایا ہے۔ ہم اپنی امی کے ساتھ اس نو مولود لڑکے کو دیکھنے گئے تھے یہ لڑکا بعد کو محمد داؤد طاہر کے نام سے نامی ہوا اور اب ہم اس کی کتاب ”قریۂ جاوداں“ پر تبصرہ لکھ رہے ہیں۔ ربوہ میں بھی خالہ انور کے ساتھ ہمسائیگی قائم رہی مگر محبت کا تعلق تو ہمسائیگی کے نہ

عزیزم محمد داؤد طاہر کی کتاب ”قریۂ جاوداں“ ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے 2015ء میں چھپی اور مجھ تک پہنچی ہے۔ ساڑھے آٹھ سو صفحات کی اس کتاب نے عزیز پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم خالد کے لفظوں میں ”ربوہ کی بھولی ب سری یادوں کے کئی دریتچے واکر دیئے ہیں۔“ یہ حال ہمارا ہے اور ہر اس شخص کا ہو گا جو جس نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ اس بے آب و گیاہ خطہ زمین میں بسر کیا ہو گا جو مدتوں سے افتادہ پڑا تھا مگر قادیان سے نکل کر آنے والوں نے اسے اس طرح آباد کیا تھا کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔

مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد

عزیز پروفیسر عبدالکریم خالد نے تبصرہ بھی اتنا جامع و مانع لکھا ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ کتاب کا کون سا پہلو رہ گیا ہے کہ میں اس گوشہ کو اجاگر کرنے کی کوشش کروں۔

رہنے کے باوجود بھی موجود رہا۔ عمر بھر خالہ انور ہم سے پیار اور محبت کا سلوک کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

بات ربوہ کی آبادی کی ہو رہی ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے ایم ٹی اے پر چوہدری حمید اللہ صاحب کا انٹرویو آ رہا تھا۔ وہ بتا رہے تھے کہ ابتدا میں زرعی کالج فیصل آباد کے ایک ماہر اراضیات کو بلا کر ربوہ کی زمین کے نمونے دیئے گئے کہ وہ امتحان کر کے بتائیں کہ اس زمین میں کون کون سے اور کس کس قسم کے پودوں کے اگنے کے امکانات ہیں۔ اس ماہر نے کچھ دنوں کے بعد کہا کہ اس بنجر زمین سے کسی قسم کی روئیدگی کی امید نہ رکھیں یہاں کچھ نہیں اگے گا۔ اب ہم اپنی آنکھوں سے اس ماہر اراضیات کی بات کو غلط ثابت ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کے ہاں کے پھل تو ہم نے خود کھائے ہیں اور صاحبزادہ مرزا منور صاحب کے زرگس کے پھول تو ہر گھر میں پہنچتے تھے اور ہمارے ڈگری کالج کے امرودوں کے باغ تو کئی لوگوں کی روزی کا باعث تھے۔

کتاب تو مجھے کچھ دن قبل مل گئی تھی کیونکہ عزیز ذی داؤد طاہر نے میرے چھوٹے بھائی عزیز مہادی احمد خاں کے ہاتھ مجھے دستی بھجوا دی تھی ورنہ اتنی ضخیم کتاب کا ڈاک میں آنا کارے دارد تھا۔ میں اس کے مطالعہ میں اتنا محو ہوا کہ اس پر کچھ لکھنے کا خیال تک ذہن سے محو ہو گیا۔ کچھ یوں بھی ہوا کہ اس کتاب کے مانگنے والے اتنے نکلے کہ انہیں دیتے ہوئے تاکید کرنا پڑی کہ جیسے بھی ہو چار پانچ دن کے اندر کتاب ختم کر کے مجھے واپس کریں تاکہ دوسرے بھی پڑھ سکیں۔ مجھے کیلگری یونیورسٹی کے سلام سیمینار میں مقالہ پڑھنے کو کیلگری جانا تھا۔ اب کیلگری سے واپس آیا ہوں تو اس کتاب پر تبصرہ لکھنے کی طرح ڈالی ہے۔ یوں تو اس کتاب کے دیباچہ کے طور پر میرا لکھا ہوا اشذہ شامل حال ہے مگر دیباچہ لکھتے وقت تو پوری کتاب میرے سامنے نہیں تھی۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو پہلے میری نگاہ سے نہیں گذریں۔ اپنے اساتذہ کے حالات زندگی جمع کرنے اور ان کو مدون کرنے میں عزیز ذی داؤد طاہر نے بہت محنت کی ہے اور یہی حصہ ہے جو میرے لئے بالکل نیا ہے۔ اپنے پرانے دوست اور رفیق کار سید سعادت علی شاہ کا ذکر ان کے ہاں مدتوں بعد دیکھا تو وہ شریف النفس دوست یاد آیا جس کا گھر ہمارے کالج کے راستہ میں پڑتا تھا اور ہم جانتے بوجھتے ہوئے ان کا دروازہ کھٹکھا کر آگے گذر جایا کرتے تھے اور اگلے روز شاہ صاحب سے شکوہ سنتے تھے کہ پتا نہیں کون ہے جو میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور جب میری بیوی دروازہ کھولتی ہے تو وہاں کوئی

نہیں ہوتا! شاہ جی کی اولاد کوئی نہیں تھی۔ شاگردوں کو ہی اولاد جیسی محبت دیتے تھے۔ وہ تو ربوہ سے جاکر جیسے غائب ہی ہو گئے تھے۔ عزیز ذی داؤد طاہر تمہارا شکریہ کہ تم نے اپنے گمشدہ دوستوں کے ساتھ ہمارے بھی ایک گم شدہ دوست کو ڈھونڈ نکالا۔

حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل سے ملنے کا شرف مجھے بھی حاصل رہا مگر جس طرح مصنف نے ان کی شخصیت کی باریک درباریک تہوں کو کھولا ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ میں تو ان کو اتنے قریب سے نہیں دیکھ پایا تھا۔ ہم نے تو ان کی شخصیت کا سب سے واضح پر تو اپنے جنید ہاشمی میں دیکھا۔ ہمیں جنید ہاشمی مرحوم کا یہ ایثار کبھی نہیں بھولا کہ انہوں نے اپنی بیوی کی ناوقت وفات کے بعد کم سن بچوں کی خاطر خواہ پرورش اور تعلیم و تربیت کی خاطر دوسری شادی کرنے کا سوچا تک نہیں اور بچوں کی پڑھائی لکھائی سے فارغ ہو کر خود سڑک کے پار جا سوائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ عزیز ذی داؤد فیروزہ فائزہ کی تعلیمی کامرانیوں کا سن کر جس طرح جنید صاحب کے چہرے پر رونق آ جاتی تھی وہ ہمیں آج تک نہیں بھولی۔ ہم مذاق میں انہیں کہتے تھے کہ بچیاں ماں پر چلی گئی ہوں گی کہ اتنی ذہین فطین ہیں تو ان کے چہرے پر ایک ملگجی سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی جو مرحوم بیوی کے لیے خراج تحسین کا درجہ رکھتی تھی۔ احمدیہ کلچر کے عنوان سے میری کتاب چھپی تو میری بیٹی فیروزہ نے شکوہ کیا کہ میرا ذکر بس ایک فقرہ میں اے لو بیٹی! اس کتاب میں تمہارا ذکر کئی صفحوں میں آ گیا ہے۔

تعلیمی میدان میں تعلیم الاسلام سکول کا نام تو ہمارے سکول نے بلکہ ہماری کلاس نے 1952ء میں روشن کیا تھا کہ میٹرک کے امتحان میں ساری پنجاب یونیورسٹی میں ہمارا لڑکا منور چونڈہ اول آیا تھا۔ سعید رحمانی تیسرے نمبر پر، برکات الہی جنجوعہ پانچویں نمبر پر اور عبدالغفور زاہد دسویں نمبر پر آیا تھا۔ سارے ملک میں دھوم مچ گئی تھی۔ پھر ہماری اور داؤد کی بہن صالحہ فردوس نے اول پوزیشن حاصل کی۔ پھر جنید صاحب کی بیٹی فیروزہ نے سکول کالج کا نام روشن کیا۔ غرض ربوہ کی تعلیمی کامیابیوں کی ایک شاندار داستان ہے جسے داؤد طاہر نے اس کتاب میں اجاگر کر دیا ہے۔ تعلیم الاسلام کالج کا نام تو منور سعید، حمید احمد خاں اور اعجاز الحق روشن کر ہی چکے تھے۔

’قریہ جاوداں‘ میں صرف ایک بات کی کمی نظر آئی وہ جامعہ احمدیہ اور اس کے اساتذہ کا ذکر خیر ہے۔ علماء کے سلسلہ میں جامعہ کے اساتذہ کا مجمل ذکر تو ہو گیا مگر جس طرح ان علماء کا تفصیلی ذکر ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہے۔ بہ ظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف کو جامعہ احمدیہ جیسے ادارہ سے وابستگی کا موقعہ نہیں ملا۔ ربوہ تو ہے ہی ایسی بستی کا نام جو علم کی اور علم والوں کی بستی ہے۔ دینی تعلیم یہاں کا جزو لا ینفک تھا اور ہے۔

ابھی کچھ دنوں پہلے کیلگری یونیورسٹی میں فزکس کے ایک مشہور کینیڈین پروفیسر نے مجھ سے پوچھا کہ سلام صاحب ربوہ میں دفن ہیں۔ میں نے کہا جی مگر پنجاب کی حکومت نے ایک قانون کے ذریعہ اس شہر کا نام تبدیل کر کے چناب نگر رکھ دیا ہے۔ کہنے لگے: چناب نگر! یہ کس بلا کا نام ہے؟ میں نے کہا بلا ولا کوئی نہیں؟ یہ علماء کا تجویز کردہ نام ہے۔ پروفیسر صاحب نے سائنس کی انسائیکلو پیڈیا کھولی اور کہنے لگے ”دیکھو پروفیسر سلام ربوہ میں دفن ہیں! یہ لوگ تاریخ کو کیسے تبدیل کر سکتے ہیں؟“

محمد داؤد طاہر کی اس کتاب کا ایک اہم پہلو اس شہر کے علمی اور دینی ماحول کا تفصیلی بیان ہے۔ اس قریہ جاوداں میں قدم قدم پر عالم فاضل اور دین سے رغبت رکھنے والے لوگ آباد تھے اور ہیں۔ دنیا کے کاروبار میں بھی مصروف رہتے مگر ان کی ترجیح دین تھا اور دینی سرگرمیاں۔ نماز کا وقت ہوتا تو سب کچھ چھوڑ چھا کر عبادت گاہ کا رخ کرتے۔ چھوٹے بڑے، نوجوان بوڑھے عورت مرد سب ایک ہی طرف جاتے نظر آتے۔ دوسرے شہروں میں عورتیں مسجد میں جا کر نماز نہیں پڑھتیں ہمارے ہاں جمعہ میں تو عورتیں جاتی ہی تھیں دیگر نمازوں کے اوقات میں بھی حضرت صاحب کے پیچھے نماز کے شوق میں عورتیں مسجد مبارک میں جوق در جوق پہنچتی تھیں۔ ایک بار ہمارے سرگودھا کے کمشنر ربوہ آئے۔ ان کی گاڑی عین اس وقت ربوہ پہنچی جب نماز عصر کا وقت تھا۔ میں مسجد مبارک کے قریب پرانے اڈہ پر ان کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ کمشنر صاحب کہنے لگے یہ عورتیں اتنی تعداد میں کہاں جا رہی ہیں؟ میں نے بتایا نماز کا وقت ہے اور نماز کے لئے جا رہی ہیں۔ وہ حیران ہوئے اچھا عورتیں بھی مسجدوں میں جا کر نمازیں پڑھ سکتی ہیں؟ میں نے کہا: تو کیا عورتوں کو مسجد جانا منع ہے؟ کہنے لگے منع تو نہیں ہو گا مگر میں نے کسی اور جگہ ایسا نہیں دیکھا۔

میں نے کتاب کے دیباچہ میں احوال الرجال کے بنیادی اصول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ دوسروں کی شخصیت کو وہی شخص بہتر طریق سے بیان کر سکتا ہے جس کی اپنی شخصیت کدورت اور کینہ جیسی آلائشوں سے صاف ہو کیونکہ آئینہ دھندلا ہو تو عکس بھی دھندلا جاتا ہے۔ عزیزی محمد داؤد طاہر نے احوال الرجال جیسی مشکل منزل کو بخوبی سر کر لیا ہے۔ ان کے ہاں مدح بھی اپنی حد میں ہے، قدح بھی اپنے دائرے میں۔ اعتدال کا دامن ان کے ہاتھ سے کہیں نہیں چھوٹا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہوتا حالانکہ

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا!

جہاں ہوش مندوں کا ذکر ہے وہاں مولوی قمر الدین صاحب کے بیٹے نعیم کا ذکر بھی ہے جسے ”نعیم پاگل“ کہا جاتا تھا اور بڑا مناسب اور متوازن ذکر ہے۔ ربوہ کے بارے میں میری کتاب چچی تو ایک بے تکلف دوست نے شکوہ کیا کہ اس میں نعیم پاگل کا ذکر نہیں۔ میں نے کہا میں نے سب پاگلوں کا ذکر نہیں کیا ”تمہارا کیا ہے؟“ وہ چپ ہو گئے۔ دراصل ایسی شخصیتیں ہر شہر میں ہوتی ہیں اور شہروں کی پہچان بن جاتی ہیں۔ قادیان کے ”بابا فلاسفر“ کا ذکر ہم اب تک بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں۔

حجاموں کا ذکر ہے تو ہمارے چچا عبداللہ حجام کا بھی ذکر خیر ہے۔ چچا عبداللہ قادیان سے ہی ہمارے ابا کے بال بناتے تھے اور ہمارے گھر آکر بناتے تھے۔ ان کا کہنا تھا میں ان کے بال اس لئے گھر آکر بناتا ہوں کہ یہ سلسلہ کا کام کرتے ہیں ان کے پاس اتنا وقت کہاں کہ وقت نکال کر آئیں اور دکان پر بیٹھ کر بال بنوائیں۔ چچا عبداللہ ربوہ میں بھی باقاعدگی سے ہمارے گھر آتے رہے۔ ایک بار میں نے چچا سے فرمائش کر دی کہ میرے بال بھی بنا دیں۔ کہنے لگے: نہیں بیٹا میرے اوزار تمہارے بال نہیں بنا سکتے، میری دکان پر آکر بال بنواؤ۔ چچا عبداللہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ کے بال بنانے کا لُج کے پرنسپل کی کوٹھی میں بھی آتے تھے، پھر قصر خلافت جانے لگے۔ دکان ان کی گول بازار میں تھی۔ وہاں خال خال لوگ ہی آتے تھے مگر چچا عبداللہ اپنے حال میں مست تھے۔ کام کرنے میں آخر وقت تک مصروف رہے۔ اس کتاب سے معلوم ہوا کہ وہیں کام کرتے کرتے بیمار ہوئے اور جان دے دی۔ حجاموں کی عادت باتیں بنانے کی ہوتی ہے۔ ادھر ادھر کی باتیں کہتے رہتے ہیں تاکہ گاہک کی توجہ بٹی رہے۔ چچا عبداللہ ہمارے ابا سے قادیان کی باتیں کرتے رہتے تھے اور دونوں ماضی کی یادوں میں کھوئے رہتے۔ آخری عمر

میں نظر کمزور ہو گئی تھی مگر بال کاٹنے میں ان کی مشق اتنی بڑھی ہوئی تھی اور گاہک اتنے آزمودہ تھے کہ انہیں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ ہم نے تو اپنے ابا کو اپنی ہوش میں کسی اور سے بال کنوائے نہیں دیکھا۔ یہ دونوں بزرگوں کی وضع داری تھی۔

مولوی بشیر احمد قادیانی کا ذکر آیا تو ہمیں یاد آیا کہ وہ نہایت خوش خط آدمی تھے۔ ہم نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ یونیورسٹی میں پیش کرنے سے قبل استاذی المکرم سید وقار عظیم کو دکھانا تھا۔ ہم نے مولوی بشیر احمد قادیانی صاحب سے اس کا ایک باب صاف کر کے لکھوایا اور وقار عظیم صاحب کو دکھایا۔ استاذی المکرم بہت خوش ہوئے مگر سارا مقالہ جو کوئی ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل تھا ان سے کیسے لکھواتے؟ انہوں نے تو تیس صفحات صاف لکھنے میں ہمارا اتنا وقت لے لیا کہ ہمیں توبہ کروادی۔ ہم نے اپنے کچھ خوب صورت لکھائی والے شاگردوں کو کالج کے کیمسٹری تھیٹر میں جمع کیا اور دس دس صفحے ان میں تقسیم کر دیئے اس طرح چند گھنٹوں میں مقالہ کی نقل تیار ہو گئی۔ مولوی بشیر احمد قادیانی اللہ بخشنے درویش آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں ہمیں بھی کوئی دو سال کام کرنے کا موقع ملا۔ اس زمانے کے کارکنوں کا ذکر خیر اس کتاب میں بڑی تفصیل سے ہے۔ ہمیں تو اپنے ساتھی کارکنوں کے حالات سے اتنی آگاہی نہیں تھی جتنی اس کتاب کو پڑھ کر حاصل ہوئی ہے۔

برادر عزیز منور جہلمی کا ذکر بھی ہے مگر جہاں تک میری یادداشت ساتھ دیتی ہے منور کی ٹانگیں سکول کے زمانہ میں ابلتا ہو پانی گرنے کی وجہ سے بری

طرح مجروح ہو گئی تھیں۔ وہ بچپن سے پولیو کا شکار نہیں تھا۔ بہر حال منور نے بڑی بشاشت اور اولوالعزمی کے ساتھ انجمن کی خدمت میں زندگی گزار دی ہے۔ مولوی نور احمد صاحب نے اپنے مکان کا نام مشکوٰۃ النور رکھا تو گویا ایک دبستان کھل گیا۔ ہر شخص کی خواہش ہوئی کہ وہ اس وزن پر اپنے مکان کا نام رکھ لے۔ ہمارے بزرگ دوست نذیر احمد فاروقی ان لوگوں کے مشیر تھے حتیٰ کہ ناموں کا کال پڑ گیا۔ ہمارے ایک محرم دیہاتی وضع قطع کے دوست جن کا ذکر اس کتاب میں ہے، اپنے مکان کے نام کے لئے فاروقی صاحب کے پاس آئے۔ فاروقی صاحب نے ایک دو نام تجویز کئے مگر وہ مصر ہوئے کہ مشکوٰۃ النور کے قافیہ میں نام ہونا چاہئے۔ فاروقی صاحب نے زچ ہو کر کہا تو ”فقد ان الشّعور رکھ لو۔“ وہ بڑے خوش ہوئے اور مولوی نور احمد صاحب ہی سے آکر کہنے لگے: اس نام کی تختی بنا دیں۔ مولوی صاحب نے ہنس کر کہا: فاروقی صاحب نے مذاق کیا ہے تم اس نام پر اصرار نہ کرو۔ اے کاش! محمد داؤد طاہر کو قبلہ محترم نذیر احمد فاروقی صاحب جیسے صاحب ذوق اور صاحب علم و حلم اور بہ قول خود ”صاحب چلم“ جیسے شخص سے بھی ملنے کا موقع مل گیا ہو تا تو خوب ہوتا۔ فاروقی صاحب انجمن کے جید کارکنوں میں تھے اور حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد کے قریبی دوستوں میں تھے۔ بڑے پائے کے ”محقق“ تھے۔ حکیم محمد اسلم فاروقی ان ہی کے عزیزوں میں ہیں۔

غرض یہ کتاب ربوہ اور ربوہ کے باسیوں کی تروتازہ داستان ہے اور پڑھنے والوں کو خورسند و ارجمند کرتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کو اس سعی مشکور کی جزائے جزیل عطا فرمائے۔

محترم عبد الوہاب آدم صاحب ایک محنتی واقف زندگی خلافت و احمدیت کے شیدائی اور چھپے ولی اللہ کی دلنشین یادیں

تحریر: امام سید شمشاد احمد ناصر۔ شکاگو امریکہ

افریقن مبلغ تھے۔ افریقن ممالک میں آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک بااثر شخصیت تھے آپ کو اپنی دینی خدمات کی بجا آوری کے سلسلہ میں گھانا سمیت بعض دیگر ممالک کے سربراہان مملکت سے بھی ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا اور

مکرم عبد الوہاب آدم صاحب مرحوم سابق امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ گھانا مغربی افریقہ احمدیت کے وہ سپوت اور بطل جلیل ہیں جنہوں نے چار خلفائے احمدیت کا زمانہ پایا اور پہلے افریقن مرکزی مبلغ اور امیر تھے۔ آپ چونکہ برطانیہ میں بھی دینی خدمات بجالاتے رہے ہیں اس لئے یورپ کے بھی پہلے

انہیں آپ نے قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب اور اسلامی لٹریچر پیش کرنے کی سعادت بھی پائی۔ الحمد للہ۔

جب خاکسار جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھا اس وقت مجھے بھی اور میرے دیگر ساتھیوں کو بھی دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے اپنے واقفین بھائیوں سے ملاقات کے خاص مواقع میسر آئے۔ اس وقت انڈونیشیا، فجی، گھانا، نائیجیریا، تنزانیہ اور دیگر ممالک کے واقفین طالب علم زیر تعلیم تھے اور گھانا کے دیگر طالب علموں کے ساتھ مکرم یوسف یاسین صاحب میرے کلاس فیلو تھے، وہاں سے ہی دراصل گھانا کا تعارف ہوا۔ (مکرم یوسف یاسین صاحب اس وقت گھانا ہی میں نائب امیر کے طور پر خدمات دینیہ بجالا رہے ہیں۔)

مکرم و محترم عبد الوہاب بن آدم صاحب سے خاکسار کی ملاقات تو اس وقت تک نہیں ہوئی تھی۔ نام ضرور ان کا سنا ہوا تھا۔ جب میری تقرری گھانا کے لئے ہوئی تو ویزے میں کچھ دیر لگ گئی۔ ایک دن خاکسار ذاتی ملاقات کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ابھی تک یہاں ہی گھوم رہے ہو گھانا کیوں نہیں گئے؟ خاکسار نے عرض کی: حضور! ویزے کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو کہیں کہ وہ بتیر سے اور وہاب صاحب سے کہہ کر ویزے کا جلدی انتظام کریں۔

جب ویزا آگیا تو پھر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے گئے، ہم تین مبلغین تھے، خاکسار کے ہمراہ مکرم حمید احمد ظفر صاحب اور مکرم عبد المغنی صاحب زاہد نائیجیریا کے لئے جارہے تھے۔ ملاقات اور تصاویر ہوئیں یہ مئی 1978ء کے دن تھے اور حضور برطانیہ میں کسر صلیب کا نفرنس میں تشریف لے جانے کی وجہ سے بے حد مصروف تھے آپ نے پھر بھی ہمیں شرف ملاقات بخشا اور نصائح فرمائیں۔

گھانا میں جب ہم دونوں مبلغین مکرم حمید احمد ظفر صاحب اور خاکسار پہنچے تو مکرم امیر عبد الوہاب آدم صاحب مع مکرم غلام احمد صاحب خادم (مبلغ اکر احوال انگلستان) ہمیں لینے کے لئے ایئر پورٹ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ پھر 4 سال کا عرصہ خاکسار نے ان کے ساتھ گزارا اور خاکسار کی یادداشت میں آپ انتہائی صبر کرنے والے، محنتی، احمدیت و خلافت سے پیار اور اپنے کام میں مگن رہنے والے، عبادت گزار واقف زندگی تھے۔ آپ کے بارے میں ایک دفعہ مکرم و محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے خاکسار کو لکھا کہ میری طرف سے انہیں

محبت بھر اسلام اور دعا کے لئے کہیں۔ ”وہاب صاحب چھپے ولی ہیں۔“ ان سطور میں خاکسار آپ کے چند اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

گھانا میں میرے قیام کے دوران مکرم عبد الوہاب صاحب کو ربوہ آنے کا اور جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کا موقع ملا۔ جب آپ ربوہ گئے تو ہمارے گھر تحریک جدید کے کوارٹر میں بھی میری فیملی سے ملنے کے لئے گئے۔ میرا بیٹا سید ممتاز احمد اس وقت بہت چھوٹا تھا اسے اپنی گود میں بٹھائے رکھا۔ اور اس کے لئے چاکلیٹ وغیرہ تحفہ لے کر گئے اور واپس آکر خیریت کی اطلاع دینے کے علاوہ گھر کے حالات بھی بتائے۔ اور پھر تمام مبلغین کے لئے ربوہ سے آتے ہوئے تحفے لے کر آئے کسی کو عطر تو کسی کو لیس اللہ بکاف عبدہ والی انگوٹھی تو کسی کو رومال وغیرہ تحفہ دیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

جماعتی کاموں کو بہت اٹھاک سے کرتے تھے، وقت پر دفتر تشریف لاتے، سارا دن نہایت چاک و چوبند ہو کر دفتری امور سرانجام دیتے، جن میں فنانس کے معاملات دیکھنا، گائڈنس اخبار دیکھنا، مرکزی و مقامی ڈاک چیک کرنا، حکومتی افسران اور دیگر جماعتوں سے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات کرنا، خطوط کے جواب دینا اور میٹنگز میں شمولیت کرنا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں متعلقہ جگہوں کے دورہ جات بھی کرتے۔۔

کسی بھی ریجن اور کسی بھی مبلغ نے اپنے ریجن میں جب بھی انہیں بلایا ہمیشہ تشریف لے جاتے اور وہاں کے سارے پروگراموں میں شرکت فرماتے، لوگوں سے ملتے، تقریر کرتے، سوالوں کے جواب دیتے۔ میں نے میٹنگز کا ذکر کیا ہے یہاں ایک اور ان کی خوبی کا ذکر کرتا ہوں کہ عاملہ کی میٹنگ ہوتی یا کسی سے ملاقات ہوتی، شوریٰ ہوتی، ہر ایک کی بات بڑے تحمل سے سنتے تھے اور توجہ سے سنتے تھے خواہ کوئی شخص کتنا ہی بول رہا ہے اسے بولنے دیتے اور پھر بعد میں حکیمانہ انداز میں سمجھا بھی دیتے۔ آکٹاہٹ نام کونہ تھی۔

دورہ جات پر جاتے ہوئے، راستہ میں گاڑی میں الفضل کے بنڈل بھی ساتھ رکھتے تھے جو مطالعہ کرتے اور پھر جب منزل مقصود پر پہنچ جاتے اپنی تقاریر میں الفضل سے حضور کی باتوں کو، پیغام کو اور جماعت سے متعلق امور کو جماعت تک پہنچاتے۔ خدا تعالیٰ نے تقریر کرنے کا ملکہ بھی عطا کیا ہوا تھا۔ آپ کی تقریر کے دوران (اکثر مقامی زبان میں بعض اوقات انگریزی میں) احباب کثرت سے

نعرے بھی مارتے اور نظمیں بھی پڑھتے تھے۔ جس سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ آپ کی تقریر دلوں پر اثر کر رہی ہے۔

خلافت سے محبت اور اطاعت

خاکسار کو ابتدائی چند ماہ آپ کے ساتھ دفتر میں بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ خاکسار نے یہ مشاہدہ کیا کہ آپ کوئی بھی جماعتی کام خلیفہ وقت کی اجازت اور منظوری کے بغیر نہ کرتے تھے۔ خطوط چونکہ میں لکھتا تھا اس لئے یہ بات بڑی واضح تھی کہ جب بھی کوئی کام کرنا ہوتا آپ اس کی اجازت لیتے۔ پروٹوکول کا خیال پورا پورا رکھتے تھے۔ اور اجازت ملنے پر ہی وہ کام کرتے تھے۔ خواہ بظاہر وہ کام معمولی ہو یا بڑا ہوتا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے دور امارت میں جو کامیابیاں ہوئی ہیں وہ اس بات کی مرہون منت ہیں کہ حضور کی اجازت سے کام ہوتے اور حضور کی دعا اور خوشنودی ان میں شامل تھی۔

1977ء میں ہی غالباً جماعت احمدیہ گھانا نے پہلی مرتبہ قرآن کریم شائع کیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جلسہ سالانہ پر اس کا اعلان فرمایا۔ اس پر بہت خوش تھے کہ ہمیں حضور کے ایک فرمان کی اطاعت کی توفیق ملی۔ اور جماعت احمدیہ گھانا کے لئے آپ اسے ایک بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

جماعت احمدیہ گھانا کی تو اس پر خوش قسمتی تھی ہی اس میں مکرم امیر وہاب آدم صاحب کے ساتھ ساتھ تین اور مبلغین کرام مکرم غلام احمد خادم صاحب مکرم حمید ظفر صاحب اور خاکسار کو بھی کام کرنے کی سعادت ملی تھی۔ الحمد للہ

1981ء کی بات ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مغربی افریقہ کے چند ممالک کا دورہ فرمایا تو گھانا بھی تشریف لائے۔ محترم وہاب آدم صاحب نے بڑی محنت سے گھانا کے لئے حضور کا پروگرام تیار کیا۔ جب حضورؐ اکر ایئر پورٹ پر پہنچے تو احمدی مسلمانوں کا ایک جم غفیر ایئر پورٹ پر استقبال کے لئے موجود تھا۔ غالباً ایک محتاط اندازے کے مطابق 20 ہزار سے زائد لوگ استقبال کے لئے موجود تھے۔ سب لوگوں نے سفید لباس اور سفید رومال لہر لہر کر حضورؐ کا استقبال کیا۔ جب حضور جہاز کے دروازہ سے باہر نکلے تو دروازہ پر کھڑے ہو کر حضور نے ہاتھ ہلا کر سب کو جواب دیا۔ پھر حضورؐ نے مختلف مقامات پر مساجد، ہسپتال اور مشن ہاؤسز کا دورہ کیا۔ ہر جگہ جم غفیر دیکھنے کو تھا۔

اکرا (Accra) سے کما سی (Kumasi) جاتے ہوئے راستے میں تمام جگہوں پر یہ ہجوم نظر آتا تھا بلکہ کما سی میں داخل ہونے سے بہت پہلے ہی میل ہا

میل پر لوگ استقبال کے لئے سڑک کے دونوں کناروں پر نظر آرہے تھے اور ہاتھ ہلا کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہے تھے۔ احمدیوں کے علاوہ دوسرے مسلمان اور غیر مسلم بھی اس استقبال میں شامل تھے۔

اور یہ سب حکمت عملی مکرم امیر عبدالوہاب آدم صاحب کی تھی حضورؐ سیٹ ہاؤس کے گیسٹ (Guest) ہاؤس میں قیام پذیر تھے۔ ایک موقع پر گیسٹ ہاؤس میں تکنیکی خرابی کی وجہ سے پانی بند ہو گیا۔ جس کی سب کو فکر تھی۔ مگر وہاب آدم صاحب کو سب سے زیادہ فکر تھی۔ اور پانی کی فراہمی کے لئے آپ سے جو کچھ بن پڑتا تھا وہ کیا تاکہ حضور کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلد ہی وہ تکلیف دور ہو گئی۔ یہ بات یاد رہے کہ ان ایام میں گھانا کی معاشی حالت بھی بہت ابتر تھی۔

ان دنوں میں یہ بات مشاہدہ میں آئی کہ محترم امیر وہاب آدم صاحب نے بالکل آرام نہیں کیا۔ دن رات جاگ کر کام کیا تاکہ خلیفہ وقت کا دورہ ہر لحاظ سے کامیاب ہو جائے اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہی ہوا۔ الحمد للہ ہم آپ کی اس محنت شاقہ پر حیران ہوتے تھے اور آپس میں اس کا ذکر کرتے تھے کہ آپ آرام کس وقت کرتے ہیں۔ غالباً آپ اس دوران بیمار بھی ہو گئے تھے۔ مگر کسی پر اس کا اظہار بھی نہ ہونے دیا۔ 2008ء میں بھی جب خلافت جوہلی کا جلسہ ہوا ہے اور حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ گھانا تشریف لے گئے اس وقت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں کا مجمع تھا۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جس سے میں ان جذبات کا اظہار کر سکوں کہ محترم امیر عبدالوہاب آدم صاحب نے کس طرح دن رات جماعت کی ترقی کے لئے کام کیا اور جماعت کے لوگوں میں خلافت کی محبت اور برکات کو اجاگر کیا اور پھر کس طرح احباب جماعت نے اس کا حضور کے دورہ کے دوران اظہار کیا۔ خصوصاً جب جمعہ کے دن نماز جمعہ ہونی تھی اس قدر گرمی تھی کہ الامان۔ مگر لوگ تھے کہ جمعہ شروع ہونے سے کئی گھنٹے قبل میدان میں آکر بیٹھ گئے۔ جہاں نہ تو کوئی سائبان تھا نہ درخت کا سایہ نہ کوئی چھت اور سورج کی تپش بھی ایسی کہ برداشت سے باہر۔ مگر لوگوں کے دلوں میں جس طرح خلافت کی محبت تھی کہ کسی بات کی پرواہ کئے بغیر کئی گھنٹے لوگ دھوپ میں بیٹھے رہے اور نماز جمعہ کے اختتام پر جب حضور گاڑی میں رہائش گاہ پر جانے کے لئے نکلے ہیں تو جانا ہی مشکل تھا۔ کیا عورتیں، کیا بچے، کیا بوڑھے حضور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اڈے پڑ رہے تھے۔ پس یہ آپ

کی اپنی بھی خلافت سے محبت تھی اور وہی محبت انہوں نے احباب جماعت کے دلوں میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ دورہ فرمایا اس وقت آپ کی حفاظت کے عملہ میں مکرم شیر بہادر صاحب بھی تھے انہوں نے رات کو مجلس میں بیٹھے ہوئے اس بات کا اظہار کیا (اس مجلس میں جناب چوہدری انور حسین صاحب مرحوم شیخوپورہ، مکرم مسعود دہلوی صاحب ایڈیٹر الفضل اور خاکسار تھے) کہ لوگوں نے تو پتہ نہیں کب احمدیت کی ترقی اور غلبہ دیکھنا ہے ہم نے آج احمدیت کی ترقی اور غلبہ دیکھ لیا ہے۔ آپ کا اشارہ ایئر پورٹ پر حضورؐ کے استقبال کے بارے میں تھا۔

اگر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ کے دوران آج شیر بہادر صاحب زندہ ہوتے تو پتہ نہیں کیا کہتے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت پہلے سے سینکڑوں گنا زیادہ ترقی کر چکی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

خاکسار کو 1978ء تا 1982ء میں گھانا میں خدمت کی سعادت ملی اس دوران خاکسار نے بڑے قریب سے دیکھا کہ آپ محنت سے، لگن سے اور اخلاص سے کام کرنے والے مبلغین کا احترام بھی کرتے تھے اور حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔ خاکسار کا تقرر کو فوریڈوا میں ہوا تھا۔ یہ نیا مشن تھا اور اسے کھلے ہوئے بہت ہی تھوڑا عرصہ ہوا تھا ابھی تک یہاں پر اپنا مشن ہاؤس بھی نہ تھا بلکہ کرائے کے مکان میں مشن ہاؤس تھا۔ یہاں پر ہی ریجنل اور مقامی میٹنگز ہوتیں، نمازیں اور جمعہ ہوتا تھا۔

ایک دن شام کو خاکسار کو مکرم عبدالوہاب آدم صاحب کا خط ملا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے خاکسار کا ٹرانسفر گھانا سے سیرالیون کر دیا ہے اس لئے میں سیرالیون جانے کی تیاری کروں۔ اگلے دن جمعہ تھا۔ خاکسار نے خطبہ جمعہ کے بعد وہ خط پڑھ کر سنا دیا۔ نماز سے فراغت کے بعد لوکل کو فوریڈوا کے صدر صاحب مکرم رئیس علی صاحب نے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں نے سمجھا کہ کچھ اعلان کرنا ہو گا وہ انگریزی نہ جانتے تھے مقامی زبان ہی میں بات کرتے تھے۔ وہ کھڑے ہوئے، 4، 3 منٹ تک روتے رہے اور پھر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ مجھے کچھ سمجھ نہ آئی کہ کیا بات ہے؟ اس کے بعد مکرم عبدالکیم صاحب جو خاکسار کے خطبہ کا مقامی زبان میں ترجمہ کرتے تھے انہوں نے اجازت لی کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں میں نے کہا ٹھیک

ہے۔ انہوں نے انگریزی میں کہنا شروع کیا کہ مولوی صاحب آپ نے ہم سب پر بہت زیادتی کی ہے جو اپنے ٹرانسفر کا خط اس طرح ہمیں پڑھ کر سنایا۔ اور یہ سب پر شاق گزرا ہے اور یہی وجہ ہے کہ صدر صاحب کو اس کا اس قدر قلق ہے اور تکلیف ہے کہ ان سے کچھ کہا بھی نہیں جا رہا میں پریشان ہو گیا۔ یہ ان سب کی محبت تھی جس کا اظہار انہوں نے خاکسار کے ساتھ اس طرح کیا۔

اگلے دن ہی ریجنل چیئرمین صاحب جو کہ ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے نے مجھے فون کیا کہ میں نے اپنے ریجن کی عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس بلایا ہے اور وہ مشن ہاؤس میں ہو گا۔ میں نے ان سے نہ پوچھا کہ کیوں اجلاس بلایا ہے یا ایجنڈا کیا ہے۔ خیر ہنگامی اجلاس ہوا، میٹنگ ہوئی سب نے مقامی زبان ہی میں میٹنگ کی۔

مجھے میٹنگ کے بعد بتایا کہ ہم نے ایک وفد تشکیل دیا ہے اور ہم جلد ہی محترم امیر صاحب کے پاس اکرا انیشیل ہیڈ کوارٹر میں جا کر ملنا چاہ رہے ہیں اور آپ کی تبدیلی کے بارے میں بات کرنی ہے۔ خیر وفد محترم امیر عبدالوہاب آدم صاحب کی خدمت میں پہنچا اور جا کر انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا کہ ہم چاہتے ہیں مولوی شمشاد صاحب کا تبادلہ ابھی نہ کیا جائے۔ ساری جماعت ان سے محبت کرتی ہے۔ انہوں نے اچھا کام کیا ہے آپ حضور کی خدمت میں لکھیں کہ انہیں ابھی یہاں سے کسی اور جگہ نہ بھیجا جائے۔ محترم امیر صاحب نے سب کی باتیں سنیں اور آخر میں بڑے ہی حکیمانہ انداز میں فرمایا کہ دیکھو میں تمہارے یہاں آنے کی قدر کرتا ہوں تم نے احسن رنگ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور مولوی شمشاد کی خدمات کا تذکرہ کیا ہے یہ سب کچھ ٹھیک۔ پھر کہنے لگے کہ دیکھو ایک صدر جماعت اپنی جماعت کی فلاح و بہبود دیکھتا ہے کہ اس کی جماعت میں ترقی ہو۔ ایک ریجنل چیئرمین چاہتا ہے کہ اس کے ریجن میں ترقی ہو ایک ملک کا امیر چاہتا ہے کہ اس کے ملک میں احمدیت کی ترقی ہو اور پھر سب سے بڑھ کر خلیفہ وقت ہیں جو چاہتے ہیں کہ ساری دنیا میں جہات کی ترقی ہو۔ اب خلیفہ وقت کو حالات کا علم ہے انہیں معلوم ہے کہ کس نے کہاں کام کرنا ہے یا کس کی خدمت کی کہاں ضرورت ہے۔ اب میں حضور کو کس طرح کہوں کہ آپ نے یہ ایسا کیوں کیا ہے کہ مولوی شمشاد صاحب کا ٹرانسفر کر دیا ہے میں یہ بات حضور کو نہیں کہہ سکتا۔

آپ نے اس طرح انہیں یہ بات سمجھائی کہ وہ سمجھ گئے اور اس طرح آپ نے نہایت احسن رنگ میں حکیمانہ انداز میں انہیں خلافت کی اطاعت، اہمیت اور

برکات سمجھا دیں۔ اس واقعے کا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے وہاب صاحب کی وفات پر جو خطبہ دیا تھا اس میں بھی ذکر فرمایا ہے۔

لندن میں جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہجرت کے بعد پہلے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے گئے۔ تو واپس آکر انہوں نے جلسہ کے حالات سنانے کے علاوہ ایک بات خاص طور پر بیان کی کہ حضور ہر وقت خوش رہتے ہیں اور ملاقاتوں کے دوران یہ بالکل محسوس نہیں ہونے دیتے کہ انہیں کسی قسم کا کوئی فکر بھی ہے مگر آپ کے دل کی کیفیت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب آپ مسجد فضل میں نمازیں پڑھاتے ہیں جس درد اور سوز میں ڈوبی ہوئی نماز ہوتی تھی اس سے آپ کے دل کی کیفیت کا اندازہ ہو جاتا تھا کہ کس طرح آپ کو احمدیت کی ترقی اور پاکستان کے احمدیوں کی فکر ہے۔

مزاح کی حس

مزاح کی بھی بہت اچھی حس تھی۔ میں جب گھانا میں تھا تو ربوہ سے خط آئے ہوئے کافی دن ہو گئے پریشانی تھی کیونکہ میرا بیٹا عزیزم سید ممتاز احمد بیمار تھا اور اس کی بیماری کی وجہ سے گھر میں سب پریشان تھے۔ میں نے آپ سے بھی بغرض دعا اس کا ذکر کیا تھا۔ ایک دو دن بعد جب ڈاک آئی تو خوشی سے مجھے بلایا کہ لو آپ کے گھر سے خط آگیا ہے۔ میں نے خط پڑھ کر کہا کہ یہ تو اباجان کا خط ہے گھر سے (یعنی اہلیہ کا) نہیں آیا۔ بس پھر کیا تھا یہ لطیفہ بن گیا اور سب میں بیٹھ کر اس لطیفے کا ذکر کرتے اور محفوظ ہوتے۔ کہ شمشاد صاحب کو ابھی گھر سے خط نہیں آیا اور پھر سب کو تفصیل بتاتے۔

میں نے مزاح کا ذکر کیا ہے ایک اور واقعہ جسے آپ بڑا پسند کرتے اور ایک مخصوص انداز میں خاکسار کو مولوی زم زم کہتے تھے۔ ہوا یوں کہ اگر اسے قریباً 20 میل پر ایک جگہ ٹیما Temal ہے۔ وہاں پر بھی اس وقت تک کرائے کا مشن ہاؤس تھا اپنی جگہ اور مشن ہاؤس ابھی نہ تھا۔ مکرم غلام احمد صاحب خادم وہاں کے مبلغ تھے۔ تو جگہ کی خرید اور مسجد بنانے کی تجویز زیر غور تھی۔ اس مقصد کے لئے وہاں پر جلسہ ہوا۔ جس میں مولانا ابراہیم بن یعقوب صاحب کے والد بزرگوار مرحوم یعقوب صاحب نے بھی شرکت کرنا تھی۔ مکرم یعقوب صاحب بہت ہی مخلص اور مالی قربانیوں میں پیش پیش تھے۔ تو اس وقت گھانا میں رواج تھا کہ جب رقم کی ضرورت ہوتی تو جلسہ کیا جاتا تھا اور اس میں اس کی ضرورت اور اہمیت بیان کی جاتی تھی۔ چنانچہ جلسہ ہوا اور اس کی صدارت مکرم مولانا عبد الوہاب آدم

امیر صاحب نے کی۔ ایک تقریر خاکسار کی تھی ”مسجد کی اہمیت“ اور سب سے آخری تقریر مکرم یعقوب صاحب کی تھی۔ انہوں نے مالی قربانی کا آغاز بھی کرنا تھا اور تقریر بھی کرتی تھی۔ جب ان کی باری آئی تو انہوں نے اپنی تقریر (جو کہ مقامی زبان میں تھی) میں کہا کہ ابھی آپ نے مولوی زم زم کی تقریر سنی ہے جس میں انہوں نے مسجد میں نماز کا ثواب بیان کیا ہے۔ بتائیں کہ جب مسجد نہ ہوگی تو یہ ثواب سے محرومی ہوگی۔ بس انہوں نے مجھے مولوی زم زم کہا۔ جس سے میرا نام مولوی زم زم پڑ گیا اور آپ ملنے پر مجھے مولوی زم زم ہی کہہ کر پکارتے اور محفوظ ہوتے۔

مہمان نوازی

امریکہ میں بھی خاکسار کے یہاں ہوتے ہوئے آپ کا ایک دو دفعہ آنا ہوا تو گھانا سے میرے لئے اور میرے بچوں کے لئے تحائف لے کر آئے۔ جلسہ برطانیہ کے موقع پر بھی کئی دفعہ ملاقات ہوئی تو وہاں پر بھی چاکلیٹ کے ڈبے تحفہ میں دیئے۔ بلکہ خلافت جوہلی والے جلسہ میں تو یوں کہ میں بہت سے ڈبے لے کر آئے اور دوستوں کو تحفہ دیئے۔ خلافت جوہلی کے جلسہ کا ذکر ہوا ہے تو خاکسار کو بھی 2008ء میں خلافت جوہلی جلسہ گھانا میں بطور امریکہ کے نمائندہ کی شرکت کی سعادت ملی۔ ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اس جلسے میں گھانا کو سعادت بخشی تو آپ کی مہمان نوازی بھی عروج پر تھی۔ باوجود بہت مصروف ہونے کے صبح نماز فجر کے بعد تمام مہمانوں کو گھر لے جاتے۔ خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہوتی۔ ان سب مہمانوں کی چائے، پانی، سوڈا، بسکٹ، مٹھائی اور کوکونٹ کے پانی سے تواضع فرماتے۔ لطیفے بھی سناتے، مزاح بھی کرتے اور محفوظ بھی ہوتے۔ اس دوران کوئی اور آپ کی مدد اور معاونت کرتا تو پسند نہ کرتے بلکہ خود ہی مہمان نوازی کرتے اور مہمانوں کے ذوق کے مطابق انہیں اشیاء پیش فرماتے۔

آپ کو مقامی زبانوں کے علاوہ عربی، اردو، انگریزی پر بھی کافی عبور تھا اور ان سب زبانوں میں اچھی مہارت تھی۔ ایک دفعہ مجھے اردو میں اپنی رپورٹ لکھنی تھی ایک لفظ انگریزی زبان میں تو ذہن میں آ رہا تھا مگر اس کی اردو نہ آ رہی تھی۔ کچھ دیر غور کرتا رہا حافظے پر زور دیتا رہا مگر انگریزی کے اس لفظ کا اردو زبان میں متبادل یاد نہ آیا۔ خاکسار جس دفتر میں تھا اس کے ساتھ ہی آپ کا بھی دفتر تھا۔ میں نے کہا امیر صاحب ایک لفظ کا اردو ترجمہ چاہئے کہنے لگے کس لفظ کا؟ میں

نے کہا Activities کا۔ فوراً کہنے لگے کہ ”مساعی“ مجھے حیرانی بھی ہوئی اور شرمندگی بھی۔

آپ کی ایک اور بڑی خوبی یہ تھی کہ خطوں کے جواب بھی باقاعدگی سے دیتے تھے۔ خاکسار نے جب بھی گھانا سے واپس آکر انہیں سیرالیون سے یا امریکہ سے خط لکھا ہمیشہ جواب دیا اور خط میں بڑے پیار اور محبت کا اظہار فرماتے۔

ہمارا الوداعیہ

خاکسار نے شروع میں بتایا ہے کہ گھانا خاکسار اور حمید احمد ظفر صاحب اکٹھے ہی آئے تھے اور جب ہماری روانگی ہوئی ہے اس وقت بھی اکٹھے ہی ہوئی۔ خاکسار کو سیرالیون جانے کی ہدایت تھی اور مکرم حمید احمد ظفر صاحب کو ہدایت تھی کہ وہ پاکستان جا کر فیملی ساتھ لے کر نائیجیریا جائیں گے۔ اور مکرم غلام احمد خادم صاحب بھی نائیجیریا جائیں گے۔ سویڈرو میں ان دنوں مکرم ڈاکٹر لیتھ احمد صاحب فرخ ہوا کرتے تھے۔ جو نصرت جہاں سکیم کے تحت خدمات بجالا رہے تھے ان کی تقرری کا عرصہ بھی ختم ہو چکا تھا اس لئے محترم عبدالوہاب آدم صاحب نے اکرا مشن ہاؤس میں ہم سب کو الوداعیہ پارٹی دی جس میں ممبران عاملہ، ڈاکٹر صاحبان، مبلغین کرام اور لوکل جماعت کے افراد شامل تھے۔ مغرب کے بعد یہ پُر وقار اور پُر تکلف فنکشن ہوا۔ محترم امیر صاحب نے مبلغین کرام اور ڈاکٹر لیتھ صاحب کی خدمات کو سراہا اور سب کو تحائف سے نوازا۔

اس تقریب میں انہوں نے ایک بات خاص طور پر بیان کی کہ مبلغین کرام تو واقف زندگی ہوتے ہی ہیں۔ انہیں نہ کسی انعام کی ضرورت ہے نہ کسی تحفے کی یہ جماعت کی طرف سے محبت کا ایک اظہار ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مبلغین تو واقف زندگی کی حیثیت سے کام کرتے ہی ہیں لیکن ان کی بیویاں بھی قربانیوں میں کسی سے پیچھے نہیں ہوتیں۔ جو اپنے مبلغ شوہر کی غیر حاضری میں بچوں کی تربیت کرتیں اور ان کو پالتی ہیں۔ اسی قسم کے جذبات کا اظہار کیا اور پھر ہم سب کے اہل خانہ کے لئے بھی الگ الگ تحائف دیئے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کے دور امارت میں جماعت احمدیہ گھانا نے ترقی کے بہت سے مراحل طے کئے اور اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی ترقیات جماعت کو عطا کیں اور آپ کی خدمت سے وابستگی اور غیر مشروط اطاعت ہی اس کا راز ہے۔ آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ: ”یہ ہیں نیک نیتی سے کئے گئے وقف کی برکات کہ دین کی خدمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی اعزازات سے بھی نوازا۔ اگر وقف نہ ہوتے تو پتہ نہیں کوئی اور کام کر رہے ہوتے تو پتہ بھی نہ ہوتا کہ کون ہیں وہاب صاحب۔“ پس یہ ساری ترقیات جو جماعت کو ملیں اور آپ کو مختلف قسم کے اعزازات ملے یہ خلافت سے مکمل وابستگی اور اطاعت ہی کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام واقفین کو بھرپور خدمات کی توفیق دے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو احمدیت و خلافت سے وابستہ رکھے۔ آمین۔

چوہدری محمد علی مرحوم کی فعلی شہادت

محمد شریف خان فلاڈلفیا، امریکہ

الاسلام کالج ایک دوسرے کے لئے کتنے لازم و ملزوم تھے۔ چوہدری صاحب سے میرا پہلا تعارف ستمبر 1956 کی کڑکتی سہ پہر دفتر سپرنٹنڈنٹ فضل عمر ہوسٹل میں ہوا جہاں میں فضل عمر ہوسٹل میں داخلہ کے لئے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کانپتی آواز میں السلام علیکم کہہ کر پہلے سے کھڑے لڑکوں کی قطار میں دیوار سے لگ کر جا کھڑا ہوا۔

ذرا ہوش ٹھکانے لگے تو کمرے کا جائزہ لینے کا موقع ملا، میز کے سامنے ایک صاحب ٹوپی، کالی عینک لگائے کوٹ پینٹ پہنے بیٹھے تھے، پتہ چلا موصوف

سوچاں دا لشکارا سی
علموں ڈوبنگ سمندر سی
اُچا بُرج سی ربوے دا
سو گلاں دی اکو گل
(مبارک احمد عابد)

چوہدری محمد علی صاحب کو ”مرحوم“ لکھتے ہوئے کئی بار مترد ہوا ہوں، قلم رُک رُک سا جا رہا ہے شدت سے محسوس کر رہا ہوں کہ موصوف اور تعلیم

بعد کمرہ نمبر چار کے لڑکوں کو کھانے کے بعد سپرنٹنڈنٹ صاحب کے دفتر میں پہنچنے کا اعلان سنا، پہلے ہی گھبرائے ہوئے تھے۔۔۔ اب یہ کیا افتاد۔۔؟
جیسے تیسے کھانا ہر مار کیا۔ حال وبے حال دفتر پہنچے، May I come in Sir چوہدری صاحب کی رعب دار come in نے ہمارے دل مزید دھڑکا دیئے کانپتے ہوئے نذر تے قدموں کے ساتھ داخل ہوئے۔

چوہدری صاحب جلالی موڈ میں تھے۔ آپ عصر کی نماز پر کہاں تھے؟ ریاض پُر جرأت تھا۔ ہم چنیوٹ تصویر کھینچوانے گئے تھے۔
آپ کو پتہ نہیں چنیوٹ آپ کے لئے آؤٹ آف باؤنڈ ہے! سر، وہ کیا ہوتا ہے۔ (شاید یہ خیال کرتے ہوئے یہ فرسٹ ایئر فلوں کا ٹولہ ہے) چوہدری صاحب کے پُر غصہ چہرے پر کچھ بشارت پھیل گئی۔ آپ کو چنیوٹ جانے سے پہلے مجھ سے اجازت لین چاہیئے تھی۔ منتحلی رپورٹ میں آپ کے والدین کو آگاہ کیا جائے گا۔ اگلے ہفتے اباجی کا سخت ڈانٹ کا خط آیا۔ وہ دن اور آج کا دن پھر ہم نے کبھی خلاف قانون کوئی عمل کیا ہو۔

مزید پڑھائی کے سلسلہ میں چار سال کالج سے دور رہا۔ واقف زندگی تھا 1963 میں ایم ایس سی کے بعد کالج کے دفتر میں حاضر ہونے کی ہدایت ہوئی اور لیکچرر تعینات ہوا۔ خوش خوش دفتر سے باہر نکلا۔ باہر آمدہ میں چوہدری صاحب سے ملاقات ہوئی، دیکھتے ہی سینے سے لگا لیا۔ اور گلوگیر آواز میں فرمایا، شریف صاحب غم نہ کریں اگلے سال پاس ہو جائیں گے۔ جب میں نے حقیقت حال سے آگاہ کیا تو بڑی خوشی کا اظہار کیا۔

چوہدری صاحب سپرنٹنڈنٹ ہو سٹل کے علاوہ فلسفہ کے پروفیسر بھی تھے، اگرچہ میں چوہدری صاحب کا شاگرد تو نہیں رہا تھا مگر ایک لمبا عرصہ 1963-1975 مجھے چوہدری صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ آتے جاتے کبھی چوہدری صاحب کو کالج کے کسی کلاس روم میں کلاس لیتے نہیں دیکھا تھا، حیران تھا چوہدری صاحب جیسا ذمہ دار استاد کیسے ہو سکتا ہے کہ کلاس نہ لیتا ہو؟ آپ کے ایک شاگرد کرم داؤد طاہر کے درج ذیل بیان نے پرانے یونانی اساتذہ کی یاد تازہ کر دی:

"چوہدری محمد علی ہمیں فرسٹ ایئر میں منطق پڑھایا کرتے تھے۔ ان کا پڑھانے کا طریقہ بالکل غیر رسمی تھا۔ ممکن ہے وہ اس عرصے میں دو چار بار کلاس روم میں بھی آئے ہوں لیکن بالعموم وہ ہمیں اپنے گھر پر بلا لیا کرتے تھے۔ یاد

سپرنٹنڈنٹ ہو سٹل چوہدری محمد علی صاحب ہیں ان کے ساتھ بائیں جانب بیٹھے ہنس مکھ صاحب پروفیسر سعید اللہ خان صاحب تھے، جو داخلہ فارموں سے پڑھ کر لڑکوں کا تعارف کروا رہے تھے، چوہدری صاحب مزید معلومات کے لئے متعلقہ لڑکے سے کچھ سوال کرتے، اور فارم پر دستخط کر کے لڑکے کو تھماتے ہوئے "دفتر میں لے جائیں" کہتے۔

جب میری باری آئی، دل تو پہلے سے ہی دھڑک رہا تھا کہ ہم سے سوال ہوا "محمد شریف کیا تم منیر شامی کے بھائی ہو" اب سانس بھی خشک ہوا، خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے گھٹی آواز میں مشکل سے "جی" کہہ سکا۔ چوہدری صاحب اور سعید اللہ خان صاحب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا (منیر، میرے بڑے بھائی تھے جو تعلیم الاسلام کالج کے اولین طالب علم تھے تقسیم ملک کے دوران قادیان میں شہید ہوئے، خان صاحب کے کلاس فیلو تھے)، چوہدری صاحب نے فارم پر کچھ لکھا، اور یہ کہتے ہوئے "اگر کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتائیں" فارم مجھے تھما دیا۔ السلام علیکم کہہ کر دفتر سے نکلا تو کچھ جان میں جان آئی۔

مجھے چار نمبر ڈار میٹری میں سیٹ الاٹ ہوئی۔ جہاں پہلے سے تین لڑکے میرا انتظار کر رہے تھے۔ سامان رکھا تعارف ہوا، ریاض حسین مونس، کبیر والا ملتان۔ رفیق احمد خان ساہیوال۔ نصرت حفیظ اللہ علوی پنڈ دادن خان۔ مجھے دروازے کے پاس سیٹ ملی۔ ہم ایک دوسرے کا کن انکھیوں سے جائزہ لے ہی رہے تھے کہ ناگہاں گھنٹی کی آواز نے ہمیں چونکا دیا، وضو کیا، نماز کے بعد کھانا، بیٹ بھر کر کھایا۔ سخت گرمی تھی۔ پسینے سے شرابور۔ سفر کے تھکے ماندے، چارپائی پر لیٹتے ہی گہری نیند میں ڈوب گئے۔

گھنٹی بجی عصر کی نماز چوہدری صاحب نے پڑھائی اور بخاری شریف سے ایک حدیث کا بڑی شستہ انگریزی زبان میں دلنشین انداز میں درس دیا، کچھ سمجھ آیا کچھ نہ۔ اگلے روز ہمارا کالج میں پہلا دن تھا، گرمی انتہاؤں کو چھو رہی تھی۔ گول بازار میں مجید آرن سنور سے دفتر کی پرچی دکھا کر پیڈ سٹل فین لے آئے۔

اگلے دن کالج آفس سے آئی ڈی کارڈ کے سلسلے میں دو تصاویر جمع کروانے کا حکم ملا۔ ربوہ میں سٹوڈیو کا علم نہیں تھا۔ سینئرز سے پوچھا، انہوں نے چنیوٹ مین بازار میں شریف دندان سازی کی دکان کے ساتھ والے سٹوڈیو کا بتایا۔ ہم چاروں روم میٹ سٹوڈیو پہنچے، ارجنٹ تصویریں بنوائیں، دو گھنٹے بعد ملیں اسوقت تک عصر کا وقت نکل چکا تھا۔ ہو سٹل پہنچے، مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ نماز کے

رہے کہ موصوف ہو شل سپرنٹنڈنٹ بھی تھے اور اس حوالے سے انہیں کالج کیمپس میں مکان ملا ہوا تھا۔ ہم ان کے ہاں پہنچتے تو وہ عموماً بنیان اور دھوتی میں ملبوس ہوتے۔ وہ اسی لباس میں چارپائی پر بیٹھ جاتے۔ ہم میں سے کچھ ان کے ساتھ چارپائی پر اور باقی سامنے پڑی کرسیوں اور موڑھوں پر بیٹھ کر ان کے گرد دائرہ سنا بلیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لہجے میں ایک خاص مٹھاس رکھی ہے اور پرانے واقعات کے بیان کا ملکہ عطا کیا ہے۔ وہ اپنے خوبصورت لہجے میں ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیتے اور باتوں ہی باتوں میں پڑھاتے بھی جاتے۔ اکثر اوقات وہ ہمیں کچھ کھلا پلا بھی دیتے۔ یہ ان کی شفقت ہی کا نتیجہ تھا کہ ہم شوق سے ان کے پیریڈ کا انتظار کرتے اور بغیر کسی اشد مجبوری کے اسے کبھی مَس نہ کرتے۔

ہو شل سپرنٹنڈنٹ ہونے کے علاوہ موصوف بیک وقت کالج کے ہائیکنگ کلب، کشتی رانی کلب اور باسکٹ بال کلب کے صدر بھی تھے۔ اس اعتبار سے ان کے فرائض بہت متنوع تھے لیکن وہ اپنی تمام ذمہ داریوں کو انتہائی خوش اسلوبی سے ادا کرتے۔

کشتی رانی کلب کے انچارج کی حیثیت میں وہ ہمیں کئی بار دریا پر لے جاتے۔ مجھے یاد ہے ایک بار ہم نے ان کی سرپرستی میں ایک رات پانی کی مخالف سمت کچھ اوپر جا کر ایک جزیرے پر گزاری۔ ہم ٹینٹ اور کھانے پینے کا خام سامان ہمراہ لے گئے تھے۔ ہم نے جزیرے پر اپنا خیمہ نصب کیا اور اینٹوں کے چولہے پر ہنڈیا اور روٹی بنائی اور یوں اس پکنک کا لطف دو بالا ہو گیا۔"

1974 کے جماعت کے خلاف فسادات کے دوران چوہدری صاحب کالج کے پرنسپل کے علاوہ ہو شل کے سپرنٹنڈنٹ بھی تھے۔ اس دوران گورنمنٹ کے ایمپائر ربوے ریلوے اسٹیشن پر غنڈہ گردی کی آڑ میں ربوہ جیسے پُر امن شہر میں بد امنی پیدا کرنے کی سازش کی گئی۔ اور پُر امن شہریوں کی بلا امتیاز بلا اشتعال گرفتاریاں کی گئیں، جب حکومت کی طرف سے گرفتاریوں کا دیا ہوا ہدف پورا نہ ہوا تو علاقے کا ڈی ایس پی سپاہیوں کی نفری لے کر بغیر پرنسپل کی اجازت کے کالج پہنچا، اور مطالبہ کیا کہ مجھے 250 لڑکوں کی ہو شل سے گرفتاری دے دیں۔

چوہدری صاحب مرحوم نے بڑی جرأت سے اُسے کالج میں بلا اجازت داخل ہونے پر سرزنش کی اور کالج کی حدود سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس طرح ہو شل میں رہنے والوں کی حفاظت کی ذمہ داری کو جرأت رندانہ سے نبھایا۔

حضرت مصلح موعودؑ کا مندرجہ ذیل اقتباس پڑھ جائیے اور دیکھئے مرحوم چوہدری صاحب ساری عمر اس عہد کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی تمام عمر جماعت کے ایک ادنیٰ خادم کی طرح گزار کر امر ہو گئے:

"یہ سامنے کی کوٹھی جنہوں نے اپنے رہنے کے لئے بنوائی تھی اس میں اب ہو شل کے جو سپرنٹنڈنٹ رہیں گے وہ ان کے ہم نام، ہم قوم، ہم ڈگری اور ہم علاقہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے۔ پہلا آدم آیا تو شیطان نے اسے بہشت سے نکالا مگر دوسرا آدم اس لئے آیا کہ جنت میں داخل کرے۔ اس کوٹھی میں پہلے رہنے والے محمد علی نام کے، ایم اے ڈگری والے، ارائیں قوم کے اور وطن کے لحاظ سے جالندھری تھے، ان کے ساتھیوں نے خلافت کے اختلاف کے وقت کہا تھا، دیکھ لینا! دس سال تک یہاں عیسائیوں کا قبضہ ہو گا۔ خُدا تعالیٰ کی نکتہ نوازی دیکھو۔ دس سال بعد نہیں تیس سال بعد ایک دوسرا شخص اُسی نام کا اور اُسی ضلعے کا آج ہمارے سامنے یہ کہہ رہا ہے کہ اب میں اس کوٹھی میں رہوں گا اور احمدیت کی روایات کو قائم رکھنے کی کوشش کروں گا۔ جو کچھ پہلے محمد علی ایم اے ارائیں جالندھری نے کہا تھا بالکل غلط ہے۔ یہ جگہ خُدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ہی بنائی اور یہاں اسلام کے خادم ہی رہیں گے اور میں محمد علی ایم اے ارائیں جالندھری اپنے طلباء سمیت پوری کوشش کروں گا کہ احمدیت اپنی سب روایات سمیت قائم رہے اور دنیا پر غالب آئے۔" (الفضل یکم نومبر 1945)

مرحوم چوہدری صاحب ایک ہمدرد انسان، شفیق استاد، مہربان دوست، بہترین منتظم اور قادر الکلام شاعر تھے، مرحوم محمد علی سے مضطر اور عارفی کے درجات طے کرتے ہوئے یادگار شاعری ورثہ چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے، تعلیم الاسلام کالج کی یادوں میں تادیر رہیں گے۔

مجھ سے ہمیشہ پیار سے پیش آتے۔ جب 1996 میں مجھے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی چوہدری صاحب کی مبارکبادی کا پیغام ملا اور انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ کالج میں امتحانات کی ذمہ داریوں کے دوران بھی جلسے کی ڈیوٹیاں دینے کی سعادت ملی جسے چوہدری صاحب مرحوم بہت تحسین کی نظر سے دیکھتے اور خصوصی توجہ اور پیار کا اظہار کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

یادِ رفتگاں

عبدالמוمن ٹاک، سلورسپرنگ۔ میری لینڈ

باری ہمارے گھر میں رہیں اور گھریلو کام کاج میں ہماری والدہ کا ہاتھ بٹانے کے ساتھ ساتھ گھریلو امور میں ان کی رہنمائی بھی کرتی رہیں۔ چنانچہ چند ماہ کے اندر اندر ہماری والدہ صاحبہ کھانا پکانے اور دیگر کام کاج کا نظام عہدگی سے چلانے لگیں۔ اور جلد ہی اپنے خاوند کے مزاج کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا۔ اس طرح ایک وفا شعار بیوی بنیں۔ ہم نے ہمیشہ انہیں والد صاحب کی اطاعت و احترام کرتے اور ہر معاملے میں معاونت کرتے دیکھا۔ اگر والد صاحب کسی بات سے خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہوتی منع فرماتے تو ہمیشہ اطاعت کرتیں اور بچوں کی بھی اسی رنگ میں تربیت کی۔

ہماری والدہ ایک وفا شعار بیوی، شفیق ماں اور تقویٰ شعار احمدی خاتون کے طور پر بھرپور زندگی گزار کر مختصر علالت کے بعد 5 ستمبر 2013ء کو ہم سب کو داغِ مفارقت دیتی ہوئی انہتر (69) برس کی عمر میں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

6 ستمبر بروز جمعۃ المبارک مرحومہ کی نماز جنازہ میرے چھوٹے بھائی عزیزم عبدالشکور ٹاک کے گھر کے صحن میں ادا کی گئی۔ اسی دن دو پہر بارہ بجے ہم ان کا تابوت لے کر قادیان روانہ ہو گئے۔ 500 کلو میٹر کی مسافت تقریباً دس گھنٹے میں طے کر کے رات گیارہ بجے قادیان دارالامان پہنچے اور اگلے دن بعد نماز ظہر بہشتی مقبرہ قادیان میں ان کی تدفین ہوئی۔ آپ کی وفات کی خبر ہفتہ وار اخبار بدر قادیان نے 19 ستمبر 2013ء کی اشاعت میں اور ہفتہ وار اخبار الفضل انٹرنیشنل نے 13-19 دسمبر 2013ء کی اشاعت میں شائع کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت 14 نومبر 2013ء کو مسجد فضل لنڈن میں بعد نماز ظہر آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

اباجی کو دائمی نوعیت کا برونکائٹس (Chronic Bronchitis) لاحق تھا جس میں بروقت دوائی کھانا اشد ضروری ہوتا ہے۔ امی جان نے یہ ذمہ داری بھی سنبھالی اور خوب نبھائی۔ والد صاحب کی ہر ضرورت اور ہر چیز کا خیال رکھتیں۔ ہمارے معاشرے میں رشتہ داروں کو اپنے گھر مدعو کرنے اور ان کے ہاں جانے کا رواج بہت عام ہے۔ خصوصاً شادی بیاہ کی تقریبات میں جانا اور کچھ دن

یادِ رفتگاں میں ان عزیز واقارب کا ذکر ہوتا ہے جو ہم سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی سے مل گئے ہوں۔ آج میں اپنی بہت ہی پیاری اور شفیق والدہ ماجدہ صاحبہ سے وابستہ یادوں سے مزین کچھ سطور سپردِ قلم کر رہا ہوں جن کے انمٹ نورانی نقوش میرے ذہن کو ہر آن اس چہرے کی یاد دلاتے ہوئے میرے وجود کے ذرے ذرے کو مسلسل چھو رہے ہیں۔ ہماری والدہ ماجدہ کا نام بشریٰ سلام تھا جو محترم حکیم میر غلام محمد صاحب مرحوم ساکن یاری پورہ کے ہاں 1943ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ اپنے والدین کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ ہمارے ننھیال کی پہلی بچی ہونے کے ناتے آپ اپنے گھر میں اور سارے خاندان میں بشریٰ آپا کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ ناناجی مرحوم نے جماعت کے لئے مختلف نوع کی بے لوث خدمات سر انجام دی ہیں۔ آپ جماعت احمدیہ یاری پورہ کے تقریباً چالیس (40) سال صدر رہے اور حضرت مصلح الموعودؑ کے دورِ خلافت میں جماعت احمدیہ کشمیر کے صوبائی صدر بھی رہے۔

ہمارے والد محترم خواجہ عبدالسلام ٹاک صاحب اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ وہ جماعت احمدیہ سرینگر کشمیر کے طویل عرصہ امیر اور ذوقِ امیر رہے ہیں۔ 1957ء میں ہمارے والد صاحب کی پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد ان کا عقدِ ثانی ہماری والدہ سے 1960ء میں طے پایا۔ اس وقت ہماری والدہ کی عمر سترہ (17) سال تھی جبکہ والد صاحب چالیس (40) برس کے تھے۔ یہ ہمارے والد صاحب کی نیک طبیعت اور پاکیزہ شخصیت کا اثر تھا کہ ناناجان مرحوم نے یہ رشتہ منظور کر لیا۔ یہ اس وقت کشمیر کے ماحول اور رواج کے لحاظ سے غیر معمولی شادی تھی۔ ہمارے والد صاحب کی پہلی شادی سے دو بیٹیاں بھی ہیں۔ چونکہ ہماری امی جان اپنے مائیکے میں آپا کہلاتی تھیں اس لئے دونوں بہنیں انہیں آپا ہی کہتی تھیں اور ہم بھی انہیں آپا کہہ کر ہی بلاتے رہے۔

ہماری والدہ صاحبہ کی شادی سے چند ماہ قبل ان کی والدہ محترمہ باجرہ بیگم صاحبہ جو ریاست کشمیر کے محکمہ تعلیم میں بطور استاد تعینات تھیں چھپالیس (46) سال کی عمر میں اپنے مولا کو پیاری ہو گئیں۔ ہماری دو پھوپھیاں تھیں جنہوں نے ہماری پہلی والدہ کی وفات کے بعد ہمارے ابا جان کے گھر کا خیال رکھا اور باری

وہیں قیام کرنا بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ امی جان ان مواقع پر بھی بہت احتیاط کرتیں اور کبھی بھی ایک رات سے زیادہ قیام نہ کرتیں۔ ان کو ہر دم اباجی کی صحت و خدمت کا خیال رہتا تھا۔ شادی کے چند ماہ بعد ہی آپ نظام وصیت میں بھی شامل ہو گئیں اور عمر بھر باشرح چندہ دیتی رہیں۔ جماعتی تنظیم کے تحت ہونے والی مالی تحریکات میں ہمیشہ حصہ لیا اور یہ سلسلہ تاحیات جاری رہا۔ جیب خرچ میں سے بھی باشرح چندہ دیا کرتیں۔ آپ نماز پورے خشوع و خضوع سے باقاعدگی سے ادا کرتیں۔ کشمیر، انگلینڈ اور امریکہ میں ہمارے گھر میں اکثر مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت ہوا کرتی تھیں۔ آپ خود بھی تلاوت قرآن کریم کرتیں اور ہمیں بھی نہ صرف بلاناغہ تلاوت کرنے کا کہتیں بلکہ نگرانی بھی کرتیں۔ اپنے پوتے پوتیوں اور غیر از جماعت بچیوں کو بھی قرآن کریم پڑھنا سکھایا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصیت سے توجہ دیتیں۔ آپ کو جماعتی خدمات کی توفیق بھی ملی۔ آپ لمبا عرصہ لجنہ اماء اللہ سرینگر میں سیکریٹری مال پھر صدر لجنہ اور بعد ازاں لجنہ اماء اللہ کشمیر کی صوبائی صدر بھی رہیں۔ صوم و صلوة کی پابند اور خلافت سے اخلاص کا تعلق رکھتی تھیں۔ امی جان کو 2002ء میں والد صاحب کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

ہمارا آبائی گاؤں یاری پورہ سرینگر سے 70 (ستر) کلومیٹر دور ہے۔ ہمارے بچپن میں اباجی سرینگر میں ملازمت کرتے تھے اور ہفتہ اور اتوار کو گاؤں آیا کرتے تھے۔ ابتدا میں مجھے یاری پورہ گورنمنٹ اسکول میں اور بعد میں مجھے اور میرے چھوٹے بھائی کو وادی کشمیر کے سب سے اچھے اسکول برن ہال میں داخل کروادیا گیا۔ امی جان روزانہ لُچ بریک میں ہمارے لئے تازہ کھانا پکا کر لاتیں۔ یہ ان کا معمول رہا خواہ سردی ہوتی یا گرمی پیدل چل کر ہمارے لئے کھانا لایا کرتیں۔

یہ اسکول Irish Priest چلاتے تھے اور اسکول کے اخراجات بھی بہت ہوتے تھے لیکن امی جان بڑی کفایت شعاری سے کام لے کر گھر کے اخراجات پورے کر لیتیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں اباجی سے کبھی کوئی اضافی فرمائش نہیں کی۔ جو ماہوار خرچہ ملتا اسی میں گزارا کرتیں اور اسی میں سے باقاعدہ چندہ بھی دیا کرتیں۔ متعدد بار گھریلو اخراجات میں سے پس انداز کر کے والد صاحب کو کوئی ضرورت کی چیز لانے کے لئے دے دیتیں۔ اس اسکول میں چونکہ اسلامی تعلیم کا کوئی سلسلہ نہ تھا اور اردو بھی معمولی سی پڑھائی جاتی جیسے اردو کی پہلی

کتاب۔ امی جان خود ہی ہمیں دینی تعلیم سے بھی روشناس کراتیں اور خود ہی اردو بھی پڑھایا کرتیں۔

اگرچہ کشمیر میں ہمارے گھر میں سردیاں گزارنے کے لئے معقول انتظامات اور سہولتیں مہیا تھیں لیکن جلسہ سالانہ قادیان کے اختتام پر اکثر اگلے ڈیڑھ دو مہینے ہماری رہائش قادیان میں ہی رہتی تھی۔ اس میں والدین کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ اس پاکیزہ ماحول میں ہماری تربیت ہو۔ چونکہ جس اسکول میں ہم پڑھتے تھے وہاں اردو سکھانے کا بہت کم انتظام تھا یہ کمی قادیان میں قیام کے دوران پوری ہوتی رہی۔ نیز دینی تعلیم سے بھی مستفید ہوتے رہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا کہ اباجی کی (برونکائٹس Bronchitis) بھی کنٹرول میں رہتی۔ قادیان قیام کے دوران نہ صرف تمام نمازیں باجماعت ادا ہوتیں بلکہ نماز تہجد میں بھی، جو مسجد مبارک میں باجماعت ہوتی، شرکت کی توفیق مل جایا کرتی۔ ہماری امی جان کو کتب سلسلہ پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ احمدیہ بک ڈپو سے احمدی خاتون کی تمام جلدیں خرید کر پڑھتیں اور ہمیں ان میں سے کہانیاں سناتیں۔

امی جان کا خلفائے سلسلہ سے عقیدت و احترام کا تعلق تھا۔ خلفاء کے خطبات بہت باقاعدگی سے پڑھ کر ہمیں ان میں بیان کردہ اہم باتیں بتایا کرتی تھیں۔ انگلینڈ قیام کے دوران بھی اور پھر امریکہ آتے ہوئے یا واپسی پر وہ ایک دو دن لنڈن رکتیں اور حضور سے ملاقات کر کے جاتیں۔ ملاقات کے دوران امی جان اپنے میاں کے لئے خصوصاً درخواست دعا کرتیں۔ ان ملاقاتوں کی برکت سے مجھے، میری بیگم اور بچوں کو بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

حضرت مرزا وسیم احمد مرحوم کی فیملی سے ذاتی تعلق تھا۔ جب بھی حضرت میاں صاحب کشمیر تشریف لاتے تو اکثر سرینگر اور یاری پورہ میں ہمارے چھوٹے سے گھر میں ہی رہنا پسند فرماتے۔ ہماری امی خود ان کے لئے کھانا پکاتیں۔ پھر محترم صاحبزادہ مرزا کلیم احمد کو بھی سرینگر میں برن ہال ہائی اسکول میں داخل کر دیا جہاں سے انہوں نے میٹرک کا امتحان امتیاز سے پاس کیا۔ وہاں پڑھائی کے دوران امی جان روزانہ ان کے قیام و طعام کے انتظام کی نگرانی بذات خود کرتیں۔ حضرت مرزا وسیم احمد مرحوم اور آپا جان کے ہمارے ہاں قیام کے دوران ایک واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ گھر کے جس کمرے میں میاں صاحب اور آپا جان سکونت فرماتے وہاں سے ایک پانچ پیسے کا سکہ ملا جو یقیناً میاں صاحب

پیاری امی جان کی پاکیزہ سیرت اور اخلاص کا ذکر اتنا طویل ہے جس کا یہاں احاطہ ممکن نہیں۔ امی جان کی زندگی کا چوڑا پہیہ ہے کہ وہ نہایت خدمت گزار اور فرمانبردار بیوی تھیں، بچوں کی بہترین تربیت کرنے والی والدہ تھیں، اپنے پوتے پوتیوں اور سب رشتہ داروں سے نہایت پیار کرنے والی اور سلسلہ احمدیہ اور خلافت سے بے پناہ اخلاص رکھنے والا وجود تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام سے نوازے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

یہ کامیابیاں ، عزت ، یہ نام تم سے ہے
خدا نے جو بھی دیا ہے مقام تم سے ہے
تمہارے دم سے ہیں میرے لہو میں کھلتے گلاب
مرے وجود کا سارا نظام تم سے ہے
کہاں بساطِ جہاں اور کسمن و ناداں
یہ میری جیت کا سب اہتمام تم سے ہے
جہاں جہاں ہے مری دشمنی سبب میں ہوں
جہاں جہاں ہے مرا احترام تم سے ہے

یا آپا جان کا ہی تھا۔ گھر میں یہ طے ہوا کہ یہ سکھ انہیں لوٹایا جائے۔ اباجی نے ہماری امی کو کشمیری اخروٹ کی لکڑی سے بنا ایک بہت خوبصورت جیولری بکس لا کر دیا۔ امی نے وہ سکھ اور ایک خط دعا کی درخواست کے ساتھ اسی جیولری بکس میں رکھ کر محترمہ آپا جان کی خدمت میں بھجوادیا۔ جسے پا کر آپا جان بہت محظوظ ہوئیں اور اکثر اس بات کا ذکر بطور لطیفہ کیا کرتی تھیں یہ بظاہر معمولی بات نظر آتی ہے لیکن درحقیقت ہماری امی کی ایمانداری کی عمدہ مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین خوبصورت اور خدمت گزار بہوئیں بھی عطا کیں۔ ان کے ساتھ آپ کا سلوک ہمیشہ ماں جیسا رہا۔ وہ انہیں بہت عزت اور پیار سے بلاتیں آدھے نام سے شاذ ہی کبھی بلایا ہو۔ ان تینوں نے بھی اپنے فرائض کو کماحقہ نبھایا۔ جزاکم اللہ۔ آپ جب انگلینڈ اور امریکہ تشریف لاتیں تو آپ کی بڑی بہو کی تو عید ہو جاتی۔ دونوں کے درمیان گہرے دوستوں جیسا رشتہ رہا۔ ویک اینڈ پر دونوں کی رات کے کھانے کے بعد بہت دلچسپ اور میٹھی میٹھی باتیں ہوتیں۔ کبھی میں بھی آپ کی مجلسوں کا حصہ بن جاتا اور عام طور پر کشمیری تہوہ سے تواضع ہوتی۔ آپ کا ایسا ہی محبت بھرا سلوک دوسری دونوں بہوؤں اور میری دونوں بہنوں کے ساتھ بھی تھا۔ کشمیر میں بالعموم زیادہ سخت پردے کا رواج نہیں ہے۔ ہماری امی جان پردے کی بے حد پابند تھیں اور اپنے خاندان کی سب مستورات اور بچیوں کو بار بار اس طرف متوجہ کر دیتیں۔

بہن امتہ الکریم نصرت کی یاد میں

زکریا ورک کینیڈا

مرحومہ اپنے والد محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب (معالج حضرت مصلح موعودؑ) کی پانچ بیٹیوں میں سے آخری نشانی تھیں۔ مرحومہ گوناگوں اوصاف حمیدہ کی مالک تھیں۔ بہت ہی نیک، دین دار، پابند صوم و صلوة، پارسا، اعلیٰ اخلاق کی حامل اور سراپا محبت تھیں۔ ہر کس و ناکس کے کام آتیں، صدیوں افراد کو رشتوں کے بندھن میں جوڑا۔ جب بھی سفر پر روانہ ہوتیں تو تمام رشتہ داروں کے لئے تحفے ساتھ لے کر جاتیں۔ فن انساب میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا، کوئی کسی کا نام لے دیتا تو پھر اس کے دادا، نانا، تمام رشتہ داروں کے نام اور وہ کہاں کہاں آباد ہیں فر فر گنوا دیتیں۔ غیبت سے سخت نفرت تھی، کوئی کسی کی غیر موجودگی میں ناپسندیدہ بات کرتا تو اپنے منہ پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اظہار

میری ماموں زاد بہن امتہ الکریم نصرت صاحبہ ، اہلیہ چوہدری مبشر احمد صاحب ، 22 اکتوبر 2015ء کو سان ہوزے امریکہ میں پانچ ہفتے کی دردناک علالت کے بعد اس دنیائے فانی سے رخصت ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے حضور حاضر ہو گئیں۔ اللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کا جنازہ 26 اکتوبر کو مکرم و سیم احمد ملک صاحب صدر جماعت احمدیہ سان ہوزے نے پڑھایا اور مقامی احمدیہ قبرستان کے قطعہ موصیان میں آسودہ خاک ہوئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 30 اکتوبر کو مسجد فضل لندن میں نماز مغرب کے بعد نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

کی گئی تھی۔ یہ نظم ان کی زندگی کا لائحہ عمل تھا۔ بلاشبہ ان کی زندگی کا مطمح نظر ہر کسی کا بھلا تھا۔ چند اشعار یہاں پیش خدمت ہیں:

بتاؤں تمہیں کیا میں کیا چاہتا ہوں ہوں بندہ مگر میں خدا چاہتا ہوں
میں اپنے سیاہ خانہء دل کی خاطر وفاؤں کے مالک وفا چاہتا ہوں
جو پھر سے ہر اکردے ہر خشک پودا چمن کے لئے وہ صبا چاہتا ہوں
مجھے بیر ہر گز نہیں ہے کسی سے میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں
بہت ہی دعا گو انسان تھیں۔ بلکہ چلتا پھرتا دعاؤں کا خزانہ تھیں۔ تمام رشتہ داروں کا خیال رکھتیں، اور دکھ سکھ میں شامل ہونا اپنا فرض اولین سمجھتیں۔ میری بھانجی ناصرہ کے شوہر مودود احمد جب بیمار ہوئے تو اس کی عیادت کے لئے سان ہوزے سے سفر کر کے ملو کی گئیں۔ اور ان کے گھر کو دعاؤں کے انمول خزانے سے مالا مال کر دیا۔ وفات سے چند ہفتے قبل مجھ سے فون پر بات ہوئی اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے پوتے یوسف کو اپنے پڑدادا محمد ابراہیم خلیل (مبلغ اٹلی و افریقہ) کی طرح نیک بنائے، اور ان کے نقش قدم پر چلائے۔ عزیزم یوسف جب سان ہوزے گیا تو اس کو نماز پڑھانے کو کہا، اس نے نماز پڑھائی تو خوشی سے پھولے نہ سہاتی تھیں۔ اس کے بعد یوسف نے قرآن پاک کی تلاوت کی تو نانی جان کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج کی سعادت سے 2013ء میں بہرہ ور ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ہونہار بیٹے اور دو فنانی الدین بیٹیوں سے نوازا۔ تینوں بچے جماعت کے فدائی اور قریبی و گہرا تعلق رکھنے والے ہیں۔ گرامی القدر محمد احمد چوہدری (MAC) عرصہ سے جماعت احمدیہ امریکہ کی خدمت میں دامے درمے قدمے سخنے دن رات ایک کئے ہوئے ہے۔ جبکہ بیٹی ایمن بوسٹن کے علاقے کی ریجنل صدر لجنہ اماء اللہ ہے۔ ایمن چال ڈھال، سوچ، اٹھنے بیٹھنے میں اپنی والدہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ آپ کے شوہر چوہدری مبشر احمد صاحب ایک عرصہ دراز سے سیکرٹری مال سان ہوزے جماعت کے فرائض پوری تندہی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ خدا نے ایک پوتا، پوتی اور دو نواسوں سے نوازا ہے، فالحمد للہ۔

کتابوں کے مطالعہ کی رسیا تھیں۔ اگست میں میرے یہاں کینیڈا تشریف لائیں تو میں نے اپنی تازہ تصنیف سلام عبد السلام پیش کی۔ بہت خوش ہوئیں مگر اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ آپ بچوں کے لئے ڈاکٹر عبد السلام کی معرکہ خیز

کرتیں، پاپھر محفل سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی جاتیں اور نفل پڑھنے شروع کر دیتیں۔ ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ جب کسی کو کوئی چیز دینا ہوتی تو دائیں ہاتھ سے دیتیں، اگر لینے والا بایاں ہاتھ آگے کرتا تو اپنا ہاتھ کھینچ لیتیں جب تک لینے والا دایاں ہاتھ آگے نہ کرتا۔

نماز سے عشق دیوانگی کی حد تک تھا۔ خشوع و خضوع کے ساتھ پانچوں نمازوں کی بروقت ادائیگی کے علاوہ اہتمام کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتیں۔ ہر دن نوافل سے شروع ہوتا اور نوافل پر ختم ہوتا تھا۔ میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ میرے یہاں کینیڈا میں اگست 2015ء میں تشریف لائیں، فرصت کے لمحوں میں ان کو نوافل ادا کرتے دیکھا۔ جب بستر علالت پر تھیں تو ان کے نواسے یوسف کو پتہ چلا تو اس نے فوراً کہا اب نانی نماز کیسے پڑھیں گی۔ میرے پاس داؤد طاہر کی کتاب 'قریہ جاوداں' تھی اس کا تین چار روز میں مقدور بھر مطالعہ کرتی رہیں۔ خاص طور پر اپنے خاندان کے افراد کا ذکر پڑھ کر مسرور و محظوظ ہوتیں۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں کئی سال تک اعتکاف بیٹھتی رہیں۔

سان ہوزے لجنہ اماء اللہ کی صدر کے عہدہ پر سرفراز رہیں۔ لاتعداد بچوں کو قرآن پاک پڑھنا سکھایا۔ وفات کے وقت لجنہ اماء اللہ کی سیکریٹری تحریک جدید تھیں۔ میرے حساب سے شاید ہی کوئی جلسہ سالانہ امریکہ ہو جس میں انہوں نے شمولیت اختیار نہ کی ہو۔ خلافت احمدیہ سے تعلق اور خلیفہ وقت سے بے لوث محبت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہر جمعہ ایم ٹی اے پر خطبہ پورے انہماک سے سنتی تھیں۔

بہت خوش اخلاق، ملنسار، نہایت شفیق، زندہ دل صابر و شاکر خاتون تھیں۔ علالت کے دوران جب کوئی رشتہ دار تیمار داری کے لئے آتا یا پھر فون پر مزاج پر سی کرتا تو اس کو صدق دل اور یقین کامل سے کہتیں میں نے ڈاکٹروں کو معجزہ دکھانا ہے میرا خدا زندہ خدا ہے۔ پھر پوری تہدی سے کہتیں، میں انشاء اللہ صحت یاب ہوں گی۔ خدا کے شافی ہونے پر ان کا یقین نقش کالج کی طرح تھا۔ ہومیو پیٹھک ادویہ کے علاوہ جڑی بوٹیوں کا بھی استعمال کیا مگر نوشتہ تقدیر میں صرف 64 بہاریں دیکھنا لکھا تھا۔

خدا تعالیٰ نے اچھی اور سریلی آواز ودیعت کی تھی۔ بچپن سے ہی درنمیں اور کلام محمود کی نظمیں خوش الحانی سے پڑھتی تھیں۔ کچھ روز ہوئے پیاری بیٹی ایمن نے آپ کی ایک نظم کی ریکارڈنگ ای میل پر بھجوائی جو شاید چار سال قبل ریکارڈ

زندگی پر مفید کتاب سپرد قلم کریں۔ بلکہ آپ کی خواہش تھی کہ جماعت احمدیہ کی معزز سرکردہ ہستیوں پر آئندہ نسل کے لئے انگلش میں متعدد کتابچے سپرد قرطاس کئے جانے چاہئیں۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے عربی میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی ہوئی تھی۔ اسلئے فقہ احمدیہ اور دیگر اسلامی مسائل پر بہنوں کی رہنمائی کیا کرتی تھیں۔ ان کا مشورہ صائب ہوتا تھا۔ کوئی مشورہ دیتا تو اس کو بھی پورے غور و خوض سے سنتیں۔

اگست کا آخری ہفتہ آپ نے عزیزم عدنان کے یہاں ہارٹ فورڈ (امریکہ) میں گزارا۔ میں نے سوچا زندگی کا کچھ پتہ نہیں اسلئے ان کے ساتھ مزید وقت گزار لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہفتہ ان کی نیک صحبت میں رہنے کا موقع مل گیا۔ خوب رشتہ داروں کی باتیں ہوتیں، ربوہ میں گزرے ایام کو یاد کرتیں۔ جب یوسف کاسکول جانے کا پہلا دن تھا تو خوشی خوشی افراد خانہ کے ساتھ تصویر بنوائی۔ جب رخصت ہونے کا موقع آیا تو مجھ سے وعدہ لیا کہ میں دسمبر میں سان ہوزے آؤں گا اور پھر سب مل کر لاس اینجلس ویسٹ کوسٹ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کریں

جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

سید آفتاب علی کے ساتھ ایک انٹرویو۔ ڈاکٹر محمود احمد ناگی کو لمبس اوبائیو

گے۔ مگر تقدیر کا لکھا کچھ اور تھا، میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ باپ کی لاڈلی، میری پیاری بہن یوں ہم سب کو روتا، غمزدہ اور غمگین چھوڑ کر اتنی مختصر مدت میں اس دنیا سے ناپائیدار سے منہ موڑ لے گی۔ مگر علالت کے دوران درد اس قدر شدید تھا کہ ان کی دیگر گوں حالت دیکھنے سے دل چھلنی ہوتا اور دم گھٹتا تھا۔ کئی اعضاء بری طرح متاثر ہو چکے تھے۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی جہاں ان کو درد سے نجات حاصل ہوئی، وہاں رشتہ داروں کو ان کو تکلیف دہ حالت سے نجات ملنے پر راحت نصیب ہوئی۔

جب ان کی یاد آتی ہے تو مجروح دل میں کسک اٹھتی ہے۔ آنکھیں اشکبار اور دل حزیں ہو جاتا ہے۔ مگر منشاء ایزدی یہی تھا۔ اللہ تعالیٰ امتہ الکریم نصرت کو جنت میں کروٹ کروٹ چین اور سکھ نصیب کرے۔ آمین

اس موقع پر لجنہ اماء اللہ سان ہوزے نے مثالی نمونہ دکھایا۔ ساٹھ ستر افراد کے لئے مختلف گھرانوں سے کھانا وفات کے روز اور بعد میں کئی روز تک آتا رہا۔ جن بہنوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا، قادر مطلق ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ تمام اہل خانہ ان کے شکر گزار ہیں۔

میں بہت عقیدت و احترام سے حصہ لیتے تھے۔ ذوالجنح کے جلوس کے دوران پکائی گئی دال میں گھوڑے کا منہ ڈلوانا اور پھر اسے تبرک کے طور پر تقسیم کرنا انہیں ناپسند تھا۔ کچھ عورتیں زریہ اولاد کے لئے گھوڑے کے نیچے سے گزرتیں اور بدعت کی مرتکب ہوتیں۔ ان بے ہودہ رسومات کی وجہ سے انہوں نے ان محافل میں شامل ہونا چھوڑ دیا۔

ابتدائی تعلیم لاہور کے ایک عیسائی مشنری سکول سے حاصل کی۔ اس کے بعد فارمن کرپشن کالج (F.C. College) لاہور سے گریجویشن کی جہاں مذہبی تعلیم کے لئے روزانہ ایک گھنٹہ مختص تھا جہاں ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بُرے خیالات کا اظہار کیا جاتا۔ یہ کہ انہوں نے زیادہ شادیاں کیوں کیں اور اس طرح کے اور عجیب عجیب سوالات۔ اس کا مقصد مسلمان طلباء کو اسلام کی تعلیم سے دور رکھنا تھا لیکن بہت سے طلباء پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے تھے۔ گھر آنے پر وہ ان سوالات کے جوابات والدین اور مولوی صاحب

سید آفتاب علی نے تحقیق کے بعد احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کیا۔ ایک لمبا عرصہ تک ایم ٹی اے (MTA) کی نشریات سے استفادہ حاصل کرتے رہے۔ نیک فطرت نے ان کی رہنمائی کی اور وہ اپنی راہ متعین کرنے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے اپنے قبول احمدیت اور اس کے ساتھ عشق و وفا کے واقعات ایک انٹرویو کے ذریعہ احمدیہ گزٹ 'النور' کے لئے ریکارڈ کروائے ہیں۔ اس کا خلاصہ قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔ یہ انٹرویو یوٹیوب پر سنا اور دیکھا جاسکتا ہے۔

<https://www.youtube.com/watch?v=ycIrW2jPZw4>

ابتدائی حالات

سید آفتاب علی اپریل 1945ء میں لاہور کے ایک شیعہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ محرم الحرام میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں منعقدہ محافل

تصویریں دیکھنے پر اس خواب کی حقیقت کھلی کہ وہ بزرگ حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ تھے، اور ان کے لندن جانے کے ارشاد کا منشا یہ تھا کہ لندن جا کر خلیفۃ المسیح سے ملاقات کی برکات سے مستفید ہوں۔

قبول احمدیت

سعودی عرب میں ایک ملازمت کے سلسلہ میں جانا ہوا۔ وہاں کے لوگ پسند آئے۔ چونکہ ان کا تعلق اہل حدیث سے ہے اس لئے وہ مشرکانہ رسومات پسند نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی جالیوں تک کو بھی ہاتھ نہیں لگانے دیتے۔ جہاں بھی نماز کا وقت آجائے سواری روک کر نماز ادا کرتے ہیں۔ آفتاب صاحب کہتے ہیں کہ ان کے پاس تھانوی صاحب کا ترجمہ القرآن تھا لیکن کئی سورتوں کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ مسجد نبوی اور خانہ کعبہ جانے کا اتفاق ہوا اور انہوں نے ہر دو مقامات کو بہت پرسکون پایا۔ وہ جمعہ کی نماز اور نوافل ادا کرنے اکثر وہاں جاتے رہتے تھے۔ حج بھی کیا۔ آٹھ سال وہاں رہنے کے بعد امریکہ آگئے۔ فارغ وقت میں ٹی وی کے مختلف چینلز دیکھتے رہتے۔ آفتاب صاحب کہتے ہیں کہ اس دوران اچانک سفید پگڑی، شیروانی اور شلوار میں ملبوس ایک باریش شخص کو دیکھا جو بیک وقت انگریزی، اردو اور پنجابی آسانی سے بول رہے تھے۔ وہ سوالوں کے جوابات بہت آسانی سے انگریزی میں دے رہے تھے۔ ان کے پروگرام سننے کے بعد مجھے اور میری اہلیہ کو ان تمام سوالوں کے جوابات مل گئے جو ہمارے ذہن میں تھے۔ خطبات بھی سننے جس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ میری لینڈ میں ایک احمدی لڑکی سے ملاقات ہوئی۔ وہ جب اس بزرگ کی باتیں کرتی تو اس کی آنکھوں میں پیار و محبت کی وجہ سے چمک آ جاتی۔ اس سے درخواست کی کہ ان سے ملاقات کا بندوبست کر دے۔ لیکن بوجہ ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ وہ بزرگ 1994ء میں امریکہ تشریف لائے۔ اس دورہ کے دوران انہوں نے لاس اینجلس اور شکاگو کی مسجد کے افتتاح کے لئے جانا تھا اس لئے ملاقات ممکن نہ ہو سکی۔ ہم نے احمدیوں کی مسجدوں میں جمعہ پڑھنا شروع کر دیا۔ شیخ مبارک احمد صاحب جن کی عمر اس وقت اسی سال کے لگ بھگ تھی، ان دنوں امریکہ کے امیر تھے۔ جب ہم نے انہیں دیکھا تو وہ اس وقت سخت سردی میں مسجد کے باہر کھڑے تھے۔ ہم ان کی شخصیت سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ مسجد دیکھنے آئے ہیں؟ اس کے بعد ہم نے مسجد کے

سے پوچھتے جو انہیں قرآن پڑھانے آتے تھے لیکن کسی کے پاس جوابات نہ ہوتے تھے۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ اس طرح کے سوال پوچھنے سے ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ وہ خود بھی کتابوں سے جواب ڈھونڈتے لیکن تسلی نہ ہوتی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان کے یو بی ایل (UBL) بینک میں کمپیوٹر پروگرامر (Computer Programmer) کے طور پر ملازمت مل گئی۔ اسی دوران بیرون ممالک بھی جانے کا موقع ملا کیونکہ 1965ء تک پاکستان میں کوئی مین فریم (Main Frame) کمپیوٹر نہ تھا۔ ملک سے باہر دس سال کام کیا اور پھر پاکستان واپس لوٹ آئے۔

آپ کی شادی 1971ء میں ہوئی۔ اسی سال ان کو اپنی اہلیہ کے ساتھ ہندوستان کے شہر کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ہندوستانی فلمیں دیکھنے کا شوق تھا اور کئی فلمیں دیکھیں۔ ہندو مت کا مشاہدہ کرنے کے لئے کئی مندر دیکھے۔ وہ مندر بھی دیکھے جہاں بندروں، سانپوں اور چوہوں کا راج تھا۔ یہ سب گندی جگہیں تھیں اور اس وجہ سے اس مذہب سے نفرت میں اور اضافہ ہوا۔ ایک سکھ سردار جی انہیں مختلف مندروں میں لے کر گئے۔ ایک مندر جانے لگے تو اس نے کہا کہ گھر والی کو ساتھ نہ لے کر جائیں کیونکہ وہاں بے حیائی ہوتی ہے۔ وہاں پجاری اور لوگ گندے اور نیم برہنہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ جن عورتوں کے اولاد نہیں ہوتی وہ ان مندروں میں جا کر اولاد کے لئے بے حیائی کرواتی ہیں۔ ہندو مذہب میں اس طرح کی ناجائز اولاد پر کوئی سرزنش نہیں۔

آپ کی اہلیہ ایک آپریشن کے دوران بیچیدگی کے باعث انتقال کر گئیں۔ وہ بہت ہنس مکھ اور ملنسار خاتون تھیں اور زندگی سے بھرپور شخصیت کی حامل تھیں۔ 1994ء کے اواخر میں ان کی بیٹی بہت بیمار ہوئی۔ وہ نہ کچھ کھاتی اور نہ پیتی۔ اسے ہسپتال لے جانا پڑا۔ انہوں نے خواب میں ایک شخص دیکھا اور اس وجہ سے بہت سکون محسوس کیا۔ اُنٹھے تو سوچا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور لاحول ولا قوۃ پڑھا۔ آفتاب صاحب نے سمجھا کہ یہ کوئی اچھی خواب نہیں اور محض شیطانی وسوسہ ہے، کیونکہ اس بزرگ نے شیروانی اور پگڑی پہنی ہوئی تھی اور لباس سے پاکستانی نظر آتے تھے مگر بجائے اس کے کہ وہ کسی مشرقی مقام جانے کی ہدایت کریں، انہوں نے ارشاد فرمایا کہ وہ مغرب میں لندن جائیں۔ ذہن میں بڑی الجھن ہوئی کہ ایک مشرقی بزرگ انہیں مغرب میں لندن جانے کا ارشاد کیوں فرما رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے بعد سلسلہ احمدیہ کے خلفا کی

نچلے حصہ میں کچھ تصاویر دیکھیں۔ ایک تصویر پر کلمہ طیبہ پر رنگ کیا ہوا نظر آیا۔ اس خلسہ نے کافی روز تک پریشان کئے رکھا۔ حیرانی ہوئی کہ ملک پاکستان میں لوگ کیا کرتے ہیں؟ اس مسجد سے اسلامی اصول کی فلاسفی اور محضر نامہ کتابیں لیں اور ان کا مطالعہ کیا۔ بالآخر ہم نے جماعت احمدیہ میں شمولیت کا ارادہ کر لیا۔

آفتاب صاحب کے انٹرویو کا اس کے بعد کا حصہ جذبات سے پُر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں معلوم ہوا کہ وہ بزرگ برطانیہ میں رہتے ہیں تو ایک دن ان کو ملنے لندن چلے گئے۔ کئی سال گزرنے کے باوجود وہ لمحے میری زندگی کا اثاثہ بنے ہوئے ہیں۔ وہاں 50 سے 60 لوگ ملاقات کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں ان کی آنکھیں نم ہو گئیں اور آواز بھر آگئی۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ بزرگ ان کے لئے کھڑے ہوئے۔ ان کے علماء یا مولوی تو ایسا کبھی نہیں کرتے۔ انہوں نے ہاتھ ملایا اور السلام علیکم کہا۔ دوران ملاقات میری بیٹی بھی ہمراہ تھی جو حضور کے ارشاد پر گھر کے دوسرے حصہ میں حضور کی صاحبزادی سے ملنے بھی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ نے اسے کہا کہ سیڑھیاں چڑھ کر ان کی بیٹی کے پاس چلی جائے۔ پھر حضور نے مجھ سے پوچھا۔ "آپ امریکہ کب آئے؟ پاکستان جا رہے ہیں۔ کاروباری معاملات کے لئے آئے ہیں۔" میں نے کہا، نہیں۔ میں تو آپ سے ملنے آیا ہوں۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا "مجھ سے ملنے آئے ہو! اتنی دور سے مجھ سے کیوں ملنے آئے ہیں۔" میں نے کہا ایک عرصہ سے ایم ٹی اے پر آپ کے پروگرام دیکھ رہا ہوں۔ اس پر وہ اپنی کرسی سے اٹھے اور میرے پاس آئے اور معافہ کیا۔ گال کو تھپتھپایا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں EDS (Electronic Data Systems) میں کام کرتا ہوں۔ حضور نے کہا "راس پیرو (Ross Perot) میں کام کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا "آپ کو اس کا کیسے علم ہے" اس پر حضرت صاحب نے کہا "کیوں نہیں۔ وہ الیکشن میں کھڑا ہوا تھا۔" اسی اثناء میں ملاقات کا وقت ختم ہوا۔ حضور نے خود دروازہ کھولا اور میرے جانے کا انتظار کیا۔ میں نے کچھ دیر باہر بیٹھ کا انتظار کیا۔ جب وہ آئی تو اس کی آنکھوں میں وہی چمک دیکھی جو میری لینڈ والی لڑکی کی آنکھوں میں مین نے دیکھی تھی۔ میری بیٹی نے بتایا کہ ان بزرگ یعنی حضور کی بیٹی ایک فرشتہ سیرت خاتون ہے۔ مزید یہ کہ حضور کی صاحبزادی سے ملاقات کے دوران حضور بھی کچھ دیر بعد وہاں تشریف لائے تو میری بیٹی نے حضور سے پوچھا کہ دل کے سکون کے

لئے کیا پڑھنا چاہیے اور زارو قطار رونا شروع کر دیا۔ اس پر حضور نے اپنی جیب سے رومال نکال کر میری بیٹی کو دیا اور کہا یہ رومال تم ہی رکھ لو۔

آفتاب صاحب بتاتے ہیں کہ ہم تین دن لندن رہے اور آخری دن بھی حضور نے شرفِ ملاقات بخشا۔ حضور نے ہمارے مسلک کے بارے میں پوچھا۔ جب بتایا کہ وہ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو ان کے چہرے پر معصومانہ خوشی پھیل گئی اور انہوں نے کہا "آپ جانتے ہیں بہت سے شیعہ حضرات احمدی ہو رہے ہیں۔ میں بھی چوتھا خلیفہ ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ جب بھی ممکن ہو دوسری شادی کر لیں۔" آفتاب صاحب نے بتایا کہ بچوں سے مشورہ کئے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔ لندن سے واپسی پر میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ میں نے حضور کے جیسا شفیق انسان زندگی میں پہلے نہیں دیکھا تھا۔ حضور دو کمروں کے چھوٹے سے گھر میں رہتے ہیں۔

آفتاب صاحب نے انٹرویو کے دوران مزید بتایا کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد انہیں بن مانگے ہی سب کچھ مل گیا۔ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ حضور 1996ء، 1997ء اور 1998ء تین سال تو اتر سے امریکہ تشریف لائے۔ ان کی اقتدا میں نمازیں اور جمعے پڑھے۔ روزانہ ہی ملاقات کا موقع مل جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر ان کا معمول بن گیا کہ سستی ٹکٹ لیتا اور لندن روانہ ہو جاتا۔ تو اورتک وہیں رہتا اور پھر واپس آ جاتا۔ اس تبدیلی یعنی احمدیت قبول کرنے کے بعد غیر احمدی دوست ملتے تو بے ہودہ سوالات پوچھتے، مثلاً تم نے مرزا صاحب سے یہ پوچھا کہ محمدی بیگم کا کیا قصہ ہے؟ اور اسی طرح کے اور سوالات۔ میں نے انہیں بتایا کہ میری بیٹی نیم مردہ تھی جس میں خدا کے فضل اور احمدیت قبول کرنے کی برکت سے اب جان پڑ گئی ہے۔ جس خدا کے بندے کی مجھے تلاش تھی وہ مل گیا ہے۔

آفتاب صاحب کے قبول احمدیت کے 3 ماہ بعد ان کا بیٹا اور 6 ماہ بعد ان کی بیٹی بھی احمدی ہو گئی۔ ان کی اہلیہ امریکہ میں ایک کاروبار چلاتی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد اب اس کاروبار کو ان کا بیٹا دیکھتا ہے۔ بیٹی کی گریجو ایشن کے بعد آفتاب صاحب نے محسوس کیا کہ اب انہیں رقم کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی۔ انہوں نے حضور سے بیٹی کے رشتہ کے سلسلہ میں رہنمائی کی درخواست کی۔ حضور نے ایک رشتہ کے بارے میں بتایا۔ آفتاب صاحب نے حضور کو اپنے باپ کی حیثیت سے کہا کہ ان کو شادی کے معاملات کا علم نہیں۔ اس پر حضور نے

بیٹھنے کو کہا ہے۔" حدیث میں آیا ہے کہ اس طرح کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ اب پھر خلافت کے ماننے والوں نے یہ نظارہ دیکھا کہ جماعت خلیفہ کے ایک اشارے پر بیٹھ جاتی ہے۔ ہمارا خلیفہ بہت سادہ ہے ہر کوئی ان سے مل سکتا ہے۔ ان کو خط لکھ سکتا ہے اور وہ سب کو جواب ارسال کرتے ہیں۔ اب انہیں ذرا برابر شک نہیں کہ وہ یعنی خلیفہ خدا کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ جمعہ کے روز میں اپنے چند غیر احمدی دوستوں کو اپنی مسجد لے کر آیا۔ ان دوستوں کے یہ تاثرات تھے۔ "آپ جمعہ پر لوگوں سے اس طرح ملتے ہیں جیسے عید ہو۔ ہم تو ایسے عید پر بھی نہیں ملتے۔" میں نے انہیں بتایا کہ میں ان لوگوں سے صرف دو جمعوں پر ملا ہوں اور اتنے میں ہی دوستی ہو گئی ہے اور ہم پیار سے ملتے ہیں۔ اس کے بعد میرا پاکستان جانا ہوا اور وہاں بتایا کہ بیت الرحمن امریکہ سے آیا ہوں تو لوگ پوچھنے لگے کہ فلاں فلاں کا کیا حال ہے؟ مکرّم سولنگی صاحب جولاہور میں شہید ہوئے ان سے دو ہفتے پہلے ملا تھا۔ ان کی تدفین کے بعد ایک جگہ چائے پینے بیٹھے ہوئے تھے تو ایک آدمی نے کریم رول پیش کیا۔ اس کے بعد چائے کا بل ادا کرنا چاہا تو دوکاندار نے کہا کہ کوئی شخص بل ادا کر گیا ہے۔ ایسی دوستی دنیا بھر میں نہیں دیکھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ کے ایک شعر کا یہ مصرع یاد آتا ہے۔ "میرے درد کی جو دوا کرے، کوئی ایسا شخص ہوا کرے۔" اسی طرح ایک رضوان نامی نوجوان اعتکاف پہ ملے تو اس شعر کا ذکر ہوا تو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیؒ کے کلام کی ایک سی ڈی تحفتاً دے دی۔ یہ سب دوستی کی مثالیں ہیں اور صرف احمدیت میں ممکن ہیں۔

نوجوان نسل کے لئے پیغام

"زندگی بھر بہت محنت کی اور خوش قسمت تھا کہ آئی ٹی (IT) میں ملازمت مل گئی۔ ساری عمر ترقیوں اور اعلیٰ عہدوں کے پیچھے بھاگتا رہا۔ کاش ایسا نہ کرتا۔ لاکھوں کمائے اور لاکھوں ضائع کیے۔ جو دنیا کے پیچھے لگ جاتے ہیں وہ دو ٹکے کے نہیں۔ جماعت میں عہدیداروں کی اطاعت کریں۔ یہ نصیحت اپنے بچوں اور اگلی نسلوں کو بھی کرتا ہوں۔ خلیفہ سے ہمیشہ چمٹے رہو۔ ان کو خط لکھو۔ بہت کم لوگ ایسا کرتے ہیں لیکن جو ان نسل اب اس طرف راغب ہو رہی ہے۔ یہ برکات انہیں بہت فائدہ دیں گی۔"

فرمایا آپ کو اس سے بہتر لڑکا نہیں ملے گا۔ اس لئے ہاں کر دو۔ اگلی جمعرات کو میں پھر لندن حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کے ارشاد کے مطابق میں نے اپنی بیٹی کے لئے مجوزہ اس رشتہ کے لئے ہاں کر دی۔ اور حضرت صاحب سے درخواست کی کہ آپ نکاح پڑھائیں۔ لندن میں ایک لطیفہ مشہور ہو گیا کہ آفتاب صاحب حضور کو جو کچھ بھی کہتے ہیں حضور مان جاتے ہیں۔ اب یہ عالم ہو گیا کہ جب بھی حضور سے بات کرنے لگتا ہوں رونے لگتا ہوں۔

ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آفتاب صاحب نے کہا کہ میری بیٹی شادی کے ڈیڑھ سال تک حاملہ نہ ہوئی تو مجھے فکر ہوئی اور حضور کو دعا کے لئے لکھا۔ حضور نے دعا کی اور خدا کے فضل سے میری بیٹی اگلے ماہ ہی امید سے ہو گئی۔ اس دوران نہ کوئی دوائی استعمال کی گئی اور نہ کسی ڈاکٹر سے رجوع کیا۔

احمدیت سے محبت کے چند واقعات

حضور نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ اب آپ کے بیٹے نے کاروبار سنبھال لیا ہے اس لئے آپ یہاں لندن آجائیں۔ سردیوں کے رمضان تھے اور حضور عام طور پر لوگوں سے کم ملتے تھے۔ ایک دن میں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ اپنے آپ کا اپنے والد صاحب سے کیسے موازنہ کریں گے۔ حضور بولے "توبہ توبہ ایسی بات نہ کریں۔ یہ بات منہ پہ ہی نہ لانا۔ کہاں میں اور کہاں میرے والد صاحب۔ آپ نے کبھی مجھے ان کا نام اپنے خطبہ میں لیتے سنا ہے؟ میں تو انہیں ہمیشہ مصلح موعود کہتا ہوں۔"

شروع شروع میں ایسے سوال کر لیتا تھا مگر اب نہیں کر سکتا۔

میں نے درج ذیل باتیں اپنے ایک آغا خانی دوست سے کہیں کہ اسلام تو ایک زندہ مذہب ہے۔ نمازیں وقت پر ادا ہوتی ہیں۔ رمضان میں سحری و افطاری کے اوقات مقرر ہیں۔ دوسرے مذاہب کی طرح اس میں گانے بجانے کے ساتھ عبادت نہیں ہوتی۔ احمدیوں کا ایک امام ہے وہ جو بھی کہتا ہے سب اس پر یقین رکھتے ہیں۔

اپنی یادوں کو سمیٹتے ہوئے آفتاب صاحب نے بتایا کہ امام کا تقرر کیسے ہوتا ہے اس کا ادراک انہیں خلافتِ خامسہ کے انتخاب کے موقع پر ہوا۔ دس ہزار لوگ تین گھنٹے سے کھڑے تھے۔ اسی اثنا میں بیٹھنے کو کہا گیا۔ ایک بھاری بھر کم شخص ان کی گود میں آ بیٹھا۔ میں نے کہا کہ بھائی کیا کر رہے ہو تو وہ بولا "حضور نے